غوثِ صمدانی محبوبِ سبحانی
سیّد محی الدّین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ
رسالہ غوث الاعظم
مع شرح موسومہ بہ
جواہر العشاق
www.islamiurdubook.blogspot.com
حضرت خواجہ بندہ نواز سیّد محمد حسینی گیسودراز قدس سرہٗ العزیز
www.islamiurdubook.blogspot.com
پروگریسو بکس
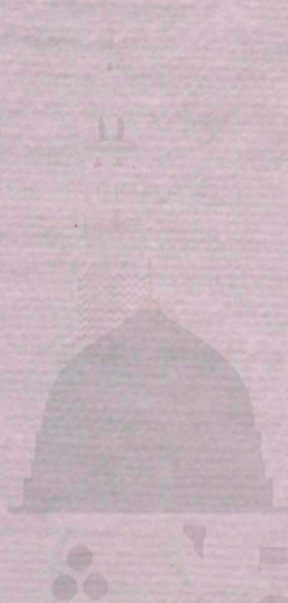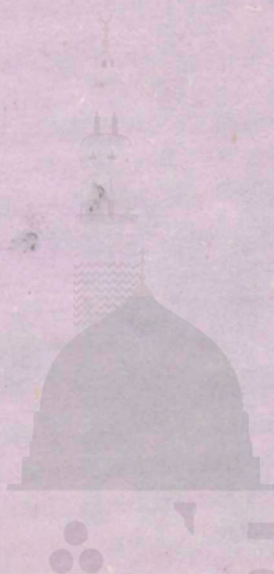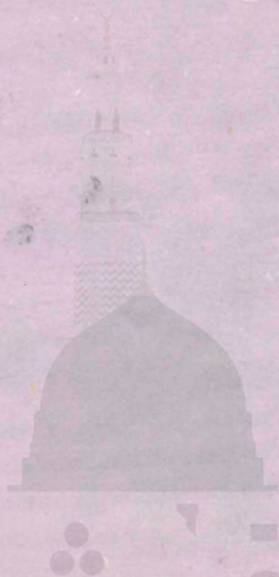
غوثِ صمدانی محبوبِ سبحانی

سیّد محیّ الدّین عبدُالقادر جیلانی قدس سرہٗ

رسالہ غوث الاعظم

مع شرح موسومہ بہ

جواہرُ العشاق

حضرت خواجہ بندہ نواز سیّد محمّد حسینی گیسُو دراز قدس سرّہٗ

ترجمہ:

مولوی احمد حسین خان

ناشر

پروگریسو بکس

۴۰-بی، اُردو بازار، لاہور

فون: ۷۳۵۲۷۹۵

نام کتاب	--------	رسالہ غوث اعظم معہ شرح موسومہ بہ "جواہر العشاق"
مصنف	--------	حضرت خواجہ بندہ نواز محمد حسینی گیسو دراز ؒ
مترجم	--------	مولوی احمد حسین خاں ؒ
باہتمام	--------	محمد یوسف وارثی
پروف ریڈنگ	--------	علامہ محمد انور قمر نقشبندی مجددی
بار	--------	اول مئی 2000ء
تعداد	--------	1100
ناشر	--------	چوہدری غلام رسول، میاں جواد رسول۔
کمپوزنگ	--------	جاپان آرٹ چوک نسبت روڈ، لاہور۔
ہدیہ	--------	=/81

ملنے کا پتہ :

پروگریسو بکس، 40۔ بی اردو بازار، لاہور۔

اسلام بکڈپو، 12۔ گنج بخش روڈ، لاہور

ملت پبلیکیشنز فیصل مسجد، اسلام آباد فون : 254111

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض ناشر

قارئین کرام!

آپ کا یہ ادارہ "پروگریسو بکس" لاہور کے نام سے آپ حضرات کے تعاون سے بفضلہ تعالیٰ مذہبی اور اخلاقی کتب کی اشاعت میں منفرد مقام رکھتا ہے۔

آپ کی توجہ اور معاونت سے اسلامیات کے متعدد شعبوں میں گراں قدر کتابیں آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں۔

زیر نظر کتاب "رسالہ غوث الاعظم" معہ شرح موسومہ بہ جواہر العشاق حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد حسینی گیسو دراز" کی نایاب کتابوں میں سے ہے۔ جس کا اردو ترجمہ مولوی احمد حسین خاں" نے کیا تھا۔ اس کی مقبولیت کے پیش نظر اب اس کی اشاعت کی سعادت ہمارے حصے میں آرہی ہے۔

کوشش کی گئی ہے کتاب زیادہ سے زیادہ صحت کے ساتھ قارئین کے ہاتھوں میں پہنچے۔ اگر کہیں کوئی غلطی نظر آجائے تو نشان دہی فرما کر ہمیں مطلع کریں۔

شکریہ

چوہدری غلام رسول

میاں جواد رسول

فہرست

دیباچہ

تصوف ایک ایسا طریقہ ہے جس سے انسان خواہشات نفسانی سے پاک ہو کر ان اخلاق حسنہ کو اپناتا ہے جو منشائے رب العزت کے مطابق ہوتے ہیں۔ اس طریقہ حیات سے قلب کی صفائی میسر آتی ہے۔ جسے تزکیہ نفس بھی کہا جاتا ہے۔ اس طریقہ کو اپنانے والے صوفی کہلاتے ہیں۔

صوفی لوگ چونکہ (صوف وگدڑی یا کمبل) پہنتے تھے لہٰذا ان کے اس طریقہ زندگی کو تصوف کہا گیا۔ تصوف کی یہ تعریف درست نہ ہوگی کیونکہ محض گدڑی یا کمبلیا کسی شخص کو صوفیا میں داخل نہیں کر دیتی۔ حقیقت میں صوفی کی دنیا شاہانہ آرزو سے الگ ہوتی ہے۔ وہ روحانی دنیا کے شہنشاہ ہوتے ہیں۔ دنیا والے تو ان کے آستانوں کی چوکھٹ کی خاک چاٹتے ہیں۔

صوفیاء کے نزدیک اسلامی علوم کی دو قسمیں ہیں ایک ظاہری اور دوسری باطنی، ظاہری علوم سے مراد شریعت ہے جو عوام کے لیے ہے۔ اور باطنی علم وہ ہے جو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے حضور میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تعلیم فرمایا۔ ان صحابہ کرام میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ، حضرت مولا علی ؓ اور حضرت ابو ذر غفاری ؓ کے نام سرفہرست آتے ہیں۔

انہیں اکابر بزرگوں سے باطنی علوم سے جو لوگ فیض یاب ہوئے انہوں نے ہی تصوف کو جنم دیا۔ صوفیاء کے نزدیک تصوف کے چار درجے ہیں یعنی شریعت، طریقت، حقیقت، اور معرفت۔

بعض کے نزدیک طریقت میں پہنچ کر شریعت کی پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں اور

انسان فنافی الشیخ، فنافی الرسول کی منزلوں سے گزر کر فنافی اللہ کی منزل میں پہنچ جاتا ہے۔

تصوف پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ غنیہ الطالبین، کشف المحجوب اور عوارف المعارف زیادہ مشہور ہیں۔ ان کتابوں کے مصنف حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ اصفیاء میں سے ہیں جو علوم ظاہری وباطنی سے خوب مزین تھے۔ دنیائے تصوف کی ایک ایک راہ سے واقف تھے۔ انہوں نے راہ سلوک اختیار کرنے والوں کے لیے وہ ضابطے اور اصول مرتب کئے ہیں جن کو اختیار کر کے کوئی سالک درست سمت کا تعین بھی کر سکتا ہے اور منزل کو بھی پا سکتا ہے۔

دنیائے تصوف میں حضرت خواجہ گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ کا نام خوب جانا پہچانا جاتا ہے۔ آپ عارفوں کے سلطان اور اولیاء کے امام ہیں۔ خاندان سادات سے آپ کا تعلق ہے۔ آپ حضرت امام زین العابدین کی اولاد میں سے ہیں آپ کا شجرہ نسب یہ ہے محمد بن یوسف بن علی بن محمد بن یوسف بن حسن بن محمد بن حمزہ بن داؤد بن زید بن ابو الحسن جنیدی ابن حسین بن ابی عبداللہ بن محمد بن عمر بن محمد بن یحییٰ بن حسین بن زید بن زید المظلوم بن علی اصغر بن زین العابدین بن امام حسینؓ۔

آپ کا نام سید محمد اور کنیت ابو الفتح اور لقب صدر الدین اور ولی الاکبر الصادق تھا۔ آپ کی پیدائش دہلی میں 4 رجب 721 بمطابق 30 جولائی 1321ء میں دہلی میں حضرت سید یوسف حسین رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں جمعرات کے دن ہوئی۔ آپ کے مورث اعلیٰ ہرات سے دہلی میں تشریف لائے تھے۔ آپ ابھی

صرف چار سال کے تھے کہ محمد تغلق نے 1325ء میں دہلی کی بجائے دیوگری کو دارالخلافہ بنانے کا فیصلہ کیا تو آپ بھی اپنے والدین کے ہمراہ دیوگری میں گئے۔ یہ روانگی 20 رمضان 728ء بمطابق 29 جولائی 1328ء بروز جمعہ کو ہوئی اور دیوگری میں 17 محرم 729 بمطابق 20 نومبر 1328ء بروز اتوار پہنچے۔ یہیں دو سال کے بعد آپ کے والد ماجد حضرت سید یوسف حسینی 5 شوال 731 بمطابق جولائی 1331ء میں وصال فرمایا۔ اور اپنے مکان مسکونہ میں دفن ہوئے۔ اس وقت حضرت خواجہ گیسو دراز کی عمر دس سال تین ماہ ایک دن کی تھی۔

یہاں آپ کی صحبت یہاں کے ایک بزرگ کامل حضرت شیخ بابو رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں رہتی تھی۔ یہ انہیں کی صحبت کا اثر تھا کہ آپ میں دینی شغف پیدا ہوا۔ آپ کے والد ماجد حضرت سید یوسف حسینی آپ کے بچپن کے زمانے میں فوت ہو گئے تھے۔ تو آپ نے ظاہری تعلیم اپنے نانا جان کے ہاں تحصیل کی آپ کے زمانہ میں سادات کی یہ نشانی تھی کہ وہ سر کے بالوں کو بڑھایا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ کی زلفیں خاصی دراز تھیں۔ اس لیے گیسو دراز کے نام سے مشہور ہوتے اور یہ لفظ آپ کے نام کا حصہ بن گیا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ ایک دن اپنے مرشد پاک حضرت نصیرالدین محمود چراغ دہلوی کی پالکی اٹھانے والوں میں آپ بھی شامل تھے کہ اتفاق سے آپ کے گیسو پالکی کے پایہ میں پھنس گئے بالوں میں کھچاؤ پیدا ہوا اور درد بھی محسوس ہوا مگر فرط ادب سے شیخ کی سواری کو روکنا گوارا نہ کیا۔ اور اسی حالت میں چلتے رہے۔

منزل مقصود پر پہنچنے کے بعد پالکی اُٹھانے والوں نے اس بات کا تذکرہ حضرت صاحب سے کر دیا تو آپ نے ازراہ شفقت فرمایا۔

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد

واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

یعنی جو شخص حضرت سید گیسو دراز کا ارادت مند ہو گیا خدا کی قسم
اس کا عشق کبھی بھی اسے طریقت کے خلاف کام نہیں کرنے
دے گا۔

آپ کے والد ماجد حضرت سید یوسف حسینی عرف سید راجہ بڑے مجتہد بزرگ تھے۔ اور اپنے نفس کے ساتھ پورا پورا جہاد فرمایا۔ اور نفس کی ہر خواہش جو خلاف شرع ہوئی کو تقویٰ کی تلوار سے قتل کرتے رہے۔ اس لیے دکن میں آپ راجو قتال کے نام سے مشہور ہوئے (صدر الدین راجو قتال نہیں) آپ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کے فیوض سے بھی مالا مال تھے۔

روضہ خلد آباد (دکن میں) میں قیام کے زمانہ میں آپ نے اپنے والد ماجد نانا جان اور دیگر اساتذہ سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ قرآن مجید حفظ کیا علوم متداولہ کی کتابیں پڑھیں۔

چونکہ حضرت گیسو دراز رحمتہ اللہ کے والد ماجد اور نانا جان سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت تھے ان دونوں بزرگوں کی زبانی حضرت نظام الدین اولیاء اور حضرت خواجہ نصیرالدین محمود چراغ دہلوی کے فضائل و کمالات سنتے رہتے تھے اس لئے انہیں غائبانہ حضرت چراغ دہلوی سے عشق پیدا ہو گیا۔

اس عشق کی راہ میں دہلی کی طویل مسافت حائل تھی۔ جو بچپنے کی عمر میں پاٹی نہیں جا سکتی تھی۔ مگر اتفاق ایسا ہوا کہ آپ کی والدہ ماجدہ اپنے بھائی ملک الامراء سید ابراہم مستوفی گورنر صوبہ دولت آباد سے کسی بات پر ناراض ہو گئیں جس سے آپ بے حد دل برداشتہ ہوئیں۔ اس طرح دونوں بیٹوں حضرت خواجہ

صاحب گیسو دراز اور ان کے بڑے بھائی حضرت سید حسین کو ہمراہ لے کر دہلی روزانہ ہو گئیں اور یوں 4 رجب 736ھ بمطابق 15 جنوری 1340ء بروز ہفتہ دہلی میں پہنچیں۔ دہلی میں آپ نے پہلی نماز جمعہ 21 جنوری 1340ء کو جامع مسجد قطب الدین ایبک میں پڑھی۔ جہاں حضرت چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ بھی نماز پڑھنے کو تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپ کی ذات کا عشق تو پہلے ہی ان کے دل میں جاگزین تھا جونہی دیکھا تو وارفتہ ہو گئے۔ زبان پر مکمل خاموشی مسلط ہو گئی۔ آپ نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ والدہ یہ حالت دیکھ کر بڑی متفکر ہوئیں۔ ان کے بڑے بھائی سید حسین کے ہمراہ حضرت چراغ دہلوی کی خدمت اقدس میں بھیجا کہ کوئی دم وغیرہ کریں۔

یہاں دم کی کیا ضرورت تھی بس دیکھتے ہی حق حق کی صدائیں بلند ہونے لگیں اور بارگاہ چراغ میں سراپا نیاز بن گئے۔

حضرت چراغ دہلوی نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور حلقہ ارادت میں داخل فرمایا یہ 16 رجب 736ھ بمطابق 27 جنوری 1340ء کی تاریخ اور جمعرات کا دن تھا۔

حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے حلقہ ارادت میں شامل ہونے کے بعد آپ ریاضت ومجاہدہ میں مشغول ہو گئے اور علوم ظاہری کی تحصیل بھی فرماتے رہے ظاہری علوم کی تعلیم میں آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا شرف الدین کیتھلی، حضرت مولانا تاج الدین بہادر، اور حضرت قاضی عبدالمقتدر جیسے جید علماء کے نام سرفہرست ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر کئی معروف اساتذہ سے بھی آپ نے تحصیل علم کی۔

جب آپ کی عمر 19 سال کی ہوئی تو آپ ظاہری علوم سے مکمل طور پر مزین

ہو چکے تھے۔ اب آپ کے پاس ریاضت، مجاہدہ اور اشغال باطن کے لیے خاصا وقت تھا۔ آپ زیادہ وقت حضرت خواجہ چراغ دہلوی کی خدمت میں بسر فرماتے۔ مرشد نے حضرت خواجہ گیسو دراز پر کمال شفقت فرمائی۔ اور یوں بتدریج ریاضتیں کروائیں کہ طبیعت پر ذرا بھی ناگواری محسوس نہ ہوئی۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت چراغ دہلوی نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم صبح کی نماز کے لیے جو وضو کرتے ہو وہ طلوع آفتاب کے بعد تک باقی رہتا ہے یا نہیں۔

میں نے عرض کیا جی ہاں باقی رہتا ہے۔

فرمایا۔ اچھا ہوا۔ اگر اس وضو سے دوگانہ اشراق پڑھ لیا کرو تو بہتر ہے میں نے عرض کیا بہت اچھا ایسا ضرور کروں گا۔

پھر فرمایا۔ دوگانہ شکر النہار استخارہ واستعارہ بھی پڑھ لیا کرو۔ چند روز کی پابندی کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا۔

اگر چاشت کی چار رکعت بھی ملایا کرو تو چاشت کی نماز بھی ہو جایا کرنے گی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ چاشت کی نماز کسی دوسرے وقت پڑھو یعنی اشراق کے بعد ہی چاشت کی نماز پڑھ لیا کرو۔

بالکل اسی انداز سے رمضان کے روزوں کے علاوہ شعبان رجب اور شوال کے روزے رکھنے کا بھی پابند بنا دیا۔

15 رمضان 757ھ بمطابق 10 ستمبر 1357ء کو حضرت شیخ الاسلام خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی پر اچانک بیماری کا غلبہ ہوا تو لوگوں نے عرض کیا کہ مشائخ اپنے وصال کے وقت اپنے خلفاء میں سے کسی ایک کو ممتاز قرار دے کر اپنا جانشین مقرر فرماتے ہیں۔ اگر اس طریقہ پر عمل کیا جائے تو خواجگان کے طریقہ

سے بعید نہ ہوگا۔

حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا اچھا مستحق لوگوں کے نام لکھ لاؤ۔

مولانا زین الدین رحمتہ اللہ علیہ نے باہمی مشورہ سے ایک فہرست پیش کی جس میں حضرت گیسو دراز رحمتہ اللہ کا نام شامل نہ تھا۔

حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا تم کن لوگوں کے نام لکھ لاتے ہو۔ ان سب سے کہہ دو خلافت کا بار سنبھالنا ہر شخص کا کام نہیں۔ اپنے اپنے ایمان کی حفاظت کی فکر کریں۔ مولانا زین الدین نے اس فہرست کو مختصر کر کے دوبارہ پیش کیا اس فہرست میں بھی حضرت خواجہ گیسو دراز کا نام نہ تھا۔

اب شیخ الاسلام نے فرمایا کہ سید محمد کا نام تم نے نہیں لکھا۔ حالانکہ وہی تو اس بار گراں کو اٹھانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

یہ سن کر سب حضرات تھر تھر کانپنے لگے۔ اب حضرت خواجہ گیسو دراز کا نام بھی اس فہرست میں لکھ کر حاضر ہوئے حضرت شیخ الاسلام نے اس نام پر صاد فرمایا۔

اس فیصلے کے تین دن کے بعد حضرت شیخ الاسلام کا وصال ہوا۔ اور رسم سوئم ادا کرنے کے بعد 21 رمضان المبارک 757ھ بمطابق 16 ستمبر 1357ء حضرت خواجہ گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ سجادہ ولایت پر جلوہ افروز ہوئے۔ اور طالبان حق کو تلقین وارشاد فرمانے لگے۔ لوگوں کو مرید کرنے لگے اس وقت حضرت گیسو دراز کی عمر 36 سال سے کچھ زیادہ تھی۔

جس وقت حضرت خواجہ گیسو دراز کی عمر 40 سال کو پہنچی تو والدہ ماجدہ کے اصرار پر آپ نی سید احمد بن حضرت مولانا سید جمال الدین مغربی رحمتہ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے شادی کی۔ حضرت مولانا جمال الدین مغربی نہایت بلند پایہ

محدث وفقیہہ تھے۔ اور حضرت خواجہ صاحب کے دادا سسر تھے۔ اس شادی کے بعد آپ کے سسر سید احمد بھی آپ سے بیعت ہو گئے۔

حضرت خواجہ گیسو دراز رحمتہ اللہ 800ھ تک دہلی میں سجادہ ارشاد پر متمکن رہ کر خلق اللہ کی ہدایت میں مصروف رہے۔ 801ھ میں امیر تیمور نے دریائے اٹک عبور کیا۔ تو حضرت خواجہ نے لوگوں کو آنے والی آفت سے مطلع کر کے دہلی سے چلے جانے کا مشورہ دیا اور آپ خود بھی 7 ربیع الثانی 801ھ کو اپنے اہل وعیال اور متعلقین کو ہمراہ لے کر دہلی سے روانہ ہو کر گوالیار میں پہنچے۔ اور 18 ربیع الثانی 801ھ کو حضرت خواجہ نے اپنے مرید حضرت مولانا علاؤ الدین گوالیاری کو اپنے سفر کی اطلاع دی۔ گوالیار کے قریب حضرت مولانا علاؤ الدین نے تمام علماء اور عمائدین کے ہمراہ آپ کا استقبال کیا اور اپنے مکان میں ٹھہرایا۔ تقریباً ایک مہینہ تک آپ نے یہیں قیام فرمایا۔ اور اس دوران میں آپ نے حضرت مولانا علاؤ الدین گوالیاری کو خلافت سے نوازا۔

یہاں سے آپ بھاندیر اور ایرچہ ہوتے ہوئے چندیری پہنچے اور یہاں چند روز قیام کر کے شب عید الفطر 801ھ کو بڑودہ پہنچے اور شوال کا مہینہ یہیں گزارا اور ذی قعدہ 801ھ میں آپ کھمبائت تشریف لے گئے۔ یہاں چند روز قیام کرنے کے بعد پھر بڑودہ میں واپس تشریف لے آئے۔ اور سلطان پور ہوتے ہوئے دولت آباد (دیوگری) کی جانب روانہ ہوئے اور روضہ خلد آباد میں اقامت فرما ہوئے۔

جب دولت آباد کی جانب آپ آرہے تھے تو سلطان فیروز شاہ بہمنی فرمانروائے دکن کو آپ کی تشریف آوری کی خبر ہوئی تو اس نے صوبہ دولت آباد کے گورنر کو لکھا کہ خود حاضر ہو کر خواجہ صاحب کی خدمت میں نذر پیش کر کے

گلبرگہ میں تشریف لانے کی درخواست کرو۔ حضرت خواجہ صاحب گلبرگہ کے قریب پہنچے تو سلطان فیروز بہمنی خاندان شاہی امرا' مساوات' اور افواج شاہی کے استقبال کے لیے موجود تھا۔ ان کا استقبال بڑے اعزاز و تکریم کے ساتھ کیا گیا۔ اور یوں حضرت خواجہ صاحب تزک واحتشام کے ساتھ گلبرگہ پہنچے۔ اور کئی سال تک قلعہ کی پشت میں خانقاہ میں قیام رہا۔ اس کے بعد اس جگہ سکونت پذیر ہو گئے۔ آپ کا قیام یہاں پر تقریباً 22 سال تک رہا۔ فیوض وبرکات کے دریا جاری رہے۔ جب آپ کی عمر ایک سو چار سال چار ماہ بارہ یوم کی ہوئی تو 16 ذی قعدہ 825ھ بمطابق دو نومبر 1422 بروز دو شنبہ آپ کا وصال ہوا۔

آپ کے مزار پر عالی شان گنبد سلطان احمد بہمنی نے تعمیر کروایا گنبد اور دیواروں کے اندرونی حصوں کو طلائی نقش ونگار سے آراستہ کیا۔ اور دیواروں پر طلائی حصوں میں قرآن پاک کی آیتیں اور اسمائے حسنہ تحریر کروائے یہ تحریریں اور نقش ونگار آج تک موجود ہیں۔ حضرت خواجہ کے مزار مبارک پر اتنا اونچا گنبد ہندوستان میں کسی بزرگ کے مزار پر تعمیر نہیں ہوا۔ گنبد کی یہ شاندار تعمیر حضرت خواجہ سے سلطان احمد بہمنی کی انتہائی عقیدت اور محبت کا ثبوت ہے۔

حضرت خواجہ شریعت کے حد درجہ پابند اور شیدائے سنت رسول علیہ الصلو ۃ والسلام تھے۔ آپ پانچوں وقت کی نماز باجماعت اور فرماتے تھے۔

حضرت خواجہ 17 سال تک اپنے مرشد حضرت خواجہ نصیرالدین محمود چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے۔ آپ نصف شب کو بیدار ہوتے خود وضو کرتے اور پھر پیر و مرشد کو وضو کرواتے۔ یہ روزانہ کا معمول رہا۔ اس میں کبھی بھی کوتاہی نہیں کی گئی۔ جب پیرو مرشد حجرہ میں نماز تہجد کے لیے تشریف لے جاتے تو آپ حجرہ کے باہر فجر' نماز تہجد اور اذکار واشغال میں مشغول ہوتے۔

نماز فجر جماعت کے ساتھ ادا کرتے۔ اور بعد میں طالبان حق راہ سلوک کی تعلیم دینے لگتے اور جب حضرت پیر و مرشد کی مجلس منعقد ہوتی تو اس میں شرکت فرماتے۔ نماز چاشت کے بعد تھوڑی دیر آرام فرماتے۔ اور نماز ظہر پڑھنے کے بعد حجرہ میں مشغول وظائف ہو جاتے' عصر سے مغرب تک تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے۔ اور نماز مغرب کے بعد نوافل و سنن سے فراغت پا کر طالبان حق کو تعلیم دیتے نماز عشا پڑھ کر تھوڑا سا طعام نوش فرما کر بستر استراحت پر آرام فرماتے۔

گلبرگہ میں تشریف لانے کے بعد آپ کا معمول تھا کہ فرض نمازیں مسجد میں ادا فرماتے۔ اور سنتیں باہر پڑھا کرتے۔ نماز اشراق' چاشت' اور تہجد پابندی کے ساتھ پڑھا کرتے۔ آخری عمر میں پیرانہ سالی کے باعث بیٹھ کر یہ نمازیں پڑھا کرتے۔

حضرت خواجہ صاحب گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ بیعت کرتے وقت اپنا داہنا ہاتھ مرید کے ہاتھ پر رکھ کر فرماتے کہ تم نے اس ضعیف اور ضعیف کے خواجہ اور خواجہ کے خواجہ اور تمام مشائخ' سلسلہ سے عہد کیا ہے کہ ہمیشہ نگاہ اور زبان کی حفاظت کرو گے۔ اور طریقہ شریعت پر قائم رہو گے کیا تم نے اسے قبول کیا۔

مرید عرض کرتے جی ہاں۔ میں نے قبول کیا۔ آپ فرماتے اَلْحَمْدُ اللّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پھر قینچی دست مبارک میں لے کر تکبیر پڑھتے ہوئے تھوڑے بال کان کے قریب داہنی جانب سے اور کچھ بائیں جانب سے کاٹ کر تکبیر پڑھتے اور چار گوشہ ٹوپی سر پر رکھ دیتے۔ اور فرماتے جاؤ دو رکعت نماز نفل پڑھو۔ نماز پڑھنے کے بعد مرید واپس آتا تو ہدایت فرماتے کہ نماز پنجگانہ جماعت کے ساتھ ادا کرنا۔ نماز جمعہ اور غسل جمعہ کو سوائے عذر شرعی کے کبھی ترک نہ کرنا۔ اور

بعد مغرب کے چھ رکعتیں اوابین کی تین سلام سے پڑھنا، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص 7 مرتبہ سورہ فلق اور سورہ ناس ایک ایک مرتبہ پڑھنا۔ اور سلام کے بعد سجدہ میں جا کر تین مرتبہ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ ثَبِّتْنِیْ عَلَی الْاِیْمَانَ پڑھنا۔ ہر روز عشاء کی نماز کے بعد وتر سے پہلے ایک دوگانہ پڑھنا۔ سورہ فاتحہ کے بعد دس دس مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنا۔ سلام کے بعد ستر مرتبہ یَا وَهَابُ پڑھنا۔ ہر مہینے کی 13,14,15 تاریخ کو روزے رکھنا۔ اس کے بعد حضرت شیخ قدس سرہ اوراد وظائف نماز چاشت واشراق وتہجد اور ذکر مراقبہ کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

حضرت خواجہ صاحب عورتوں کو پس پردہ اس طرح مرید کیا کرتے تھے کہ ایک بڑا پیالہ پانی سے بھر کر رکھ دیا جاتا تھا۔ حضرت خواجہ صاحب شہادت کی انگلی کو ذرا کپڑا لپیٹ کر صرف ایک پور پانی میں ڈبو دیتے تھے مرید ہونے والی عورت بھی اپنی شہادت کی انگلی اس پانی میں اس مقدار میں ڈبو دیتی تھی۔ اس عورت کی ہاتھ اور انگلیاں آستین میں چھپی رہتی تھیں۔ حضرت خواجہ صاحب عورتوں کو زیادہ تر یَا وَهَابُ اور اَسْتَغْفِرُ اللّٰهُ پڑھنے کی ہدایت فرماتے تھے۔

حضرت خواجہ سماع بڑے شوق سے سنا کرتے تھے۔ اولاً مزامیر کے ساتھ سنا کرتے تھے ازاں بعد مرشد کے منع کرنے پر مزامیر کے بغیر سماع سننے لگے اور پھر کبھی بھی مزامیر سے سماع نہیں سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ سماع سے مقصود خیالات کو یکسو اور دل کو صرف ذات وحدہ کی طرف متوجہ کرنا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ سماع سے محبوب حقیقی تک پہنچنے کا ایک اچھا طریقہ ہے۔

حضرت خواجہ گیسو دراز نے ایک ہی شادی کی آپ سے دو بیٹے اور تین بیٹیاں تولد ہوئیں۔ بیٹوں میں حضرت سید حسین عرف سید محمد اکبر حسین تھے۔

جو بڑے فاضل اور متبحر عالم تھے۔ دوسرے صاحبزادے کا نام سید محمد یوسف عرف سید محمد احمد حسینی تھے۔ بیٹیوں میں بی بی فاطمہ عرف ستی بی بی۔ دوسری بیٹی کا نام بی بی بتول اور تیسری بیٹی کا نام بی بی ام الدین تھا۔

آپ کے خلفاء میں سے چند ایک نام یہ ہیں۔

حضرت مولانا شیخ علاؤ الدین گوالیاری، قاضی نور الدین اجودھی، مولانا معین الدین ٹوبانوی، شیخ صدر الدین خوند میرایرچہ، قاضی علیم الدین بن شرف الدین، مخدوم زادہ حضرت سید حسین عرف سید اکبر حسینی، حضرت سید ابو المعال بن سید احمد بن سید جمال الدین، شیخ ابو الفتح بن مولانا علاؤ الدین گوالیاری، مخدوم زادہ حضرت سید یوسف عرف سید محمد اصغر حسینی، قاضی راجہ گلبرگہ شریف، ملک زادہ عثمان بن جعفر، مولانا حسن دہلوی، مولانا کمال الدین علامہ خواہرزادہ، حضرت خواجہ نصیرالدین محمود چراغ دہلویؒ۔

حضرت خواجہ گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ صاحب تصنیفات بزرگ ہیں آپ کو فارسی اور عربی زبانوں پر عبور حاصل تھا آپ نے ان دونوں زبانوں میں خوب لکھا ہے۔ آپ کی تصنیفات میں بعض طبع زاد ہیں بعض پر حواشی لکھے ہیں اور بعض کتابوں کی شروح ہیں۔ آپ کی چھوٹی بڑی کتابوں کی تعداد 105 تک پہنچتی ہے۔

زیادہ مشہور کتابوں کے نام یہ ہیں۔

ملتقط تفسیر القرآن اول پانچ پاروں کی تفسیر

شرح مشارق الانوار

معارف شرح عوارف (عربی زبان میں)

ترجمہ عوارف (فارسی میں)

شرح تصوف شرح آداب المریدین (عربی میں)

شرح آداب المریدین (فارسی میں)

خاتمہ ترجمہ آداب المریدین (فارسی میں)

شرح فصوص الحکم

شرح تمہیدات عین القضات ہمدانی

شرح رسالہ قشیریہ

خطائر القدس المعروف بہ رسالہ عشقیہ

اسماء الاسرار

حدائق الانس

استقامت الشریعت بطریق الحقیقت

حواشی قوت القلوب

شرح فقہ اکبر عربی زبان میں

شرح الہامات حضرت غوث الاعظم

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قطب ربانی غوث صمدانی قدس سرہ کی ذات والا صفات اہل دنیا کے لیے فیوض وبرکات کا وہ سرچشمہ ہے جس سے دلوں کی کھیتیاں سیراب ہو رہی ہیں۔ آپ علوم باطنی کے ساتھ ساتھ علوم ظاہری سے بھی خوب مزین ہیں۔ آپ کی بلند پایہ اور گراں' یہ تصنیفات' عقیدت اور محبت والے سر آنکھوں پر جگہ دیتے ہیں۔ ان تصنیفات میں رسالہ غوث الاعظم ایک خاص مقام کا حامل ہے۔ دیکھنے کو یہ ایک مختصر سی کتاب ہے۔ مگر اپنے اندر ایک جہان معنی سموتے ہوئے ہے۔ قاری کی فکر میں سوچ پیدا کرتا ہے اور سوچ کی صحیح سمت بھی متعین کرتا ہے۔ دنیائے علم میں نئے نئے نکتے جنم لیتے ہیں اور پھر ان نکتوں کی انشراح وسعتیں اختیار کر لیتا ہے۔

یہ رسالہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں یا مثالوں پر مشتمل ہے۔ جن کی تعداد 65 ہے یہ دراصل الہامات ہیں جو وقتاً فوقتاً حضور غوث الاعظم کے قلب اقدس پر وارد ہوتے تھے۔ رسالے کا انداز بیان مخاطبت کا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو خطاب ہوتا ہے حضرت اس کو قَالَ لِیْ (یعنی مجھ سے فرمایا۔۔۔۔۔۔) کہہ کر بیان کر دیتے اکثر وبیشتر خطاب باری تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ لیکن کہیں ایسا بھی ہے کہ ادھر غوث الاعظم سوال کرتے ہیں اور ادھر سے جواب عنایت ہوتا ہے۔ اس سے مکالمہ کا لطف بھی پیدا ہوتا ہے۔

جہاں طریقت کے اکابر نے اس رسالہ کو بنگاہ تحسین پسند کیا ہے۔ اور ہر زمانے میں اہل سلوک میں اپنی اپنیا ستعداد کے مطابق اس سے مستفید ہوتے رہے ہیں۔ بہت سے بزرگوں نے اپنی تصانیف میں اس سے اقتباس کیا ہے۔ برصغیر پاک وہند میں خواجہ حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ نے لوامع اور طوامع میں' علامہ رکن الدین عماد کاشانی نے شمائل الاتقیاء میں' حضرت سراج محمد گجراتی نے اوراد قادریہ میں' اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنے مکتوبات میں اس رسالے کا ذکر کیا ہے۔ یا اس میں سے حوالے دیتے ہیں۔

عربی اور فارسی میں اس کی بہت سی شرحیں لکھی جا چکی ہیں ان میں سے سب سے عمدہ اور مقدم حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ کی فرمودہ شرح ہے۔ جسے آپ نے جواہر العشاق کے معنی خیز نام سے موسوم فرمایا ہے۔ اس شرح کی لطافت کے بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ حضرت غوث الاعظم کے الہامات کی شرح کا حق حضرت خواجہ گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ ہی کو تھا۔ سلوک وعرفان کا کون سا گوشہ ہے جس پر آپ نے روشنی نہیں ڈالی۔ اثنائے شرح مختلف مقامات میں حضرت شارح نے اپنے

مکاشفات کا ذکر بھی کیا ہے۔ غرضیکہ رسالہ اور اس کی شرح کا یہ ایک ایسا حسین اور نادر امتزاج ہے جس کی بہت کم نظیر ملتی ہے۔

مولوی حافظ عطا حسین ایم۔اے مرحوم نے یہ شرح 1362ھ میں کتب خانہ روضتین گلبرگہ شریف حیدر آباد دکن سے شائع کی تھی۔ مولوی صاحب حکومت حیدر آبات میں ناظم تعمیرات کے عہدے پر کام کر چکے ہیں۔ حضرت گیسو دراز کی تصانیف کی اشاعت میں انہوں نے بڑا گرانقدر کام کیا ہے۔ اس شرح کو مولوی احمد حسین خان صاحب نے اردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔ آپ گلبرگہ کالج میں وائس پرنسپل تھے۔ یہ ترجمہ 1372ھ میں کتب خانہ روضتین سے شائع ہوا تھا۔ ترجمہ بہت عمدہ ہے۔ اس میں ایک خاص بات یہ ہے کہ حضرت گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ نے جہاں جہاں عربی یا فارسی کے اشعار درج کئے ہیں ان کا منظوم ترجمہ دیا گیا ہے۔ اس سے عبارت میں ایک لطف پیدا ہو گیا ہے۔ اس کے علاوہ ہر مقالے کے الگ الگ عنوان قائم کئے گئے ہیں۔ اس سے فہم مطالب میں سہولت رہے گی۔

خاکپائے اہل اللہ
محمد انور قمر نقشبندی مجددی
یکم مئی 2000ء

بلطفک اما بعد، فقال اللہ تعالیٰ:

یا غوث الاعظم المتوحش عن غیر اللہ والمستانس باللہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے غوث اعظم، تم غیر خدا سے متوحش ہو اور اللہ سے مانوس ہو۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الباء حرف الاتصال و التضمن ابتداء الموجودات بالله و الحادثات من الله

"ب حرف اتصال و تضمن ہے۔ موجودات کی ابتدا اللہ سے ہے۔ اور اس کا حدث یا فنا ہو جانا بھی اللہ ہی کی طرف سے ہے۔"

ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ایک رات صبح ہونے تک تھا۔ بسم اللہ کی ب کے نقطہ کی شرح و تفصیل فرماتے رہے۔

فرايت نفسى عنده كالجرة عندالبحر العظيم

"ان کے آگے میں نے خود کو ایسا پایا جیسے بڑے سمندر کے آگے سبوچہ"

اگر بسم اللہ کے ب کے نقطہ کی جلالت عرش پر آجائے یا آسمانوں یا زمینوں پر تو یہ سب حال و کیفیت سے (یعنی اسی وقت) پگھل جائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لو انزلنا هذا القران على جبل لرايته خاشعا متصدعا من خشيته الله

"اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر اتارتے تو تم دیکھ لیتے کہ یہ اللہ کی خشیت و ہیبت سے کانپ اٹھتے"

خواجہ شبلی علیہ الرحمہ سے لوگوں نے پوچھا کہ تم کون ہو"؟ جواب دیا کہ

انا نقطة باء بسم الله

"میں بسم اللہ کی ب کا نقطہ ہوں۔"

خواجہ بایزیدؒ سے کسی نے دریافت کیا بایزید کون ہے؟ جواب میں ایک کاغذ پر لکھ دیا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" اور پوچھنے والے کے ہاتھ میں کاغذ دے کر فرمایا کہ "بایزید" یہ ہے۔ اب سمجھ لو کہ بایزید و شبلی علیہم الرحمہ اللہ کے اولیاء ودوست ہیں۔ ان کی شان یہ ہے کہ۔

الولی هو الفانی فی الله والباقی بالله والظاهر باسماء الله وبصفانه

"اللہ کے دوست اللہ میں فانی' اللہ کے ساتھ باقی' اللہ کے ناموں کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں"

یعنی اولیاء اللہ کا ظاہر' اللہ کے ناموں کے ساتھ اور ان کا باطن' اللہ کے صفات کے ساتھ ہوتا ہے۔ شکر ہے رب العلمین کا کہ اس نے اپنے دوستوں (اولیاء) کو اس طرح ظاہر کیا کہ سوائے خود کے ان کو کوئی نہیں پہچانتا خصوصاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں فرمایا کہ۔

اولیائی تحت قبائی لا یعرفهم غیری

"میرے اولیاء ودوست' میرے قبا کے نیچے ہیں ان کو بجز میرے اور کوئی نہیں پہچانتا"

معلوم ہو کہ:

الله مصدر الموجودات۔ الله عبارة عن الهوية الرحمن الرحيم اللّٰه بالتولی الرحمن بالتسلی الرحيم بالتجلی اللّٰه بالتدلل الرحمن بالتشكل الرحيم بالتمثل اللّٰه با التقرب الرحمن بالوحدة الرحيم بالاتصال

"اللہ مصدر موجودار ہے۔ اللہ سے مراد اس کی "ہویت" ہے
الرحمٰن الرحیم اللہ محبت اور دوستی والا ہے۔ رحمٰن مہربان و تسلی
دینے والا۔ رحیم، رحم کرنے اور تجلی دینے والا ہے۔ اللہ محبت
وناز کے ساتھ رحمٰن تشکل وصورت آفرینی کے ساتھ، اور رحیم
تمثل وعکس سازی کے ساتھ ہے۔ اللہ تقرب کے ساتھ، رحمٰن
وحدت کے ساتھ اور رحیم اتصال کے ساتھ ہے۔

محمد حسینی یوں کہتا ہے کہ یہ دونوں کلمے مبالغہ کے ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں۔

حمد باری تعالیٰ

الحمد لله لا محمود الا اللّٰہ حمد نفسه بنفسه

"تعریف صرف خدا کے لیے ہے۔ سوائے خدا کے کوئی تعریف
کئے جانے والا نہیں ہے۔ اس نے خود ہی اپنی تعریف آپ کی
ہے"

خداوند تعالیٰ نے جس طرح اپنی ذات کی تعریف خود کی ہے یا کرتا ہے ایسی تعریف
کوئی نہیں کر سکتا۔

لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک

"میں کچھ بھی تیری تعریف نہیں کر سکتا تو ایسا ہی ہے جس طرح تو
نے اپنی تعریف آپ کی ہے۔

تعریف کیا ہے تعریف کرنے والا کون ہے۔ اور تعریف کئے جانے والے کے کیا معنی
ہیں؟ جس نے جانا جانا۔ شریعت والے کہتے ہیں کہ

الحمد ھو الوصف بالجمیل علی جھة التفضیل

"حمد۔ فضیلت وبرتری کے لحاظ سے خوبی کا بیان کرنا ہے"

لیکن طریقت کے راستے چلنے والے، ربوبیت کے راہرو اور زاویہ وحدت کے گوشہ

نشین کے نزدیک حمد تین قسم کی ہے۔ پہلی قول والی' دوسری فعل والی اور تیسری حال وکیفیت والی۔ حمد قولی زبان سے اقرار کرنے کو کہتے ہیں جس طرح کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام نے فرمایا۔

کما قال علیہ الصلاۃ والسلام امرت ان اقاتل الناس حتی یقولو الا الہ الا اللّٰہ

"جیسا کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑوں کہ وہ لا الہ الا اللہ کہہ دیں"

اس کو سالکان معرفت جمہور کی قولی حمد اور تقلیدی حمد کہتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ شریعت' طریقت اور معرفت کی اٹھان ایک ہی بنیاد پر ہے جو اسلام ہے۔ شریعت طریقت وحقیقت میں بھی یہی کلمہ "لا الہ الا اللہ" کہتے ہیں۔ کلمہ کے کہنے میں کوئی اختلاف نہیں البتہ کلمہ کی نفی واثبات میں اختلاف کیا جاتا ہے۔ دوسری حمد فعلی ہے۔ اس حمد کا تعلق بدن کے اعمال سے ہے یعنی عبادات وخیرات وغیرہ جو خاص خدا کی خوشنودی اور اس کے حکم کی بجاآوری کے لیے ہو۔

حمد حالی خدا کے حکم اور علمی وعملی کمالات سے متصف ہوتی ہے۔ حمد قولی زبان کا اقرار ہے۔ حمد فعلی دل سے تعریف کرنا اور حمد حالی روح کی تعریف سے ہوتی ہے۔ جو ان تینوں کو جانتے ہیں وہ تمام تعریفوں اور صفات کے ساتھ حمد کرتے ہیں۔ جو حمد کہ محققین کرتے ہیں وہ یہی (حمد وتعریف) ہے اور اہل تحقیق اگر حمد کرتے ہیں تو ان کی حمد بھی یہی ہے۔ جاننا چاہیے کہ حمد روح سے تعلق رکھتی ہے تو شکر کا تعلق زبان سے ہے۔ حمد اپنی استعداد میں کمال کے لیے کی جاتی ہے۔ اور یہ حمد صرف ذات احدیت کی کی جاتی ہے اور شکر نعمتوں میں زیادتی کے لیے کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لئن شکرتم لانیدنکم

"اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہارے لئے (نعمتوں میں) زیادتی کروں گا"

کاشف الغمۃ یعنی تعریف صرف اس خدا کے لیے ہے جو غم کو اور غموں کو کھولتا یا دور کرتا ہے۔ "غم" حزن کو کہتے ہیں۔ حزن سے مراد چھوٹا عشق نہیں بلکہ اوسط عشق ہے اوسط عشق یہ ہے کہ وہ خود اپنے ہی پر عاشق ہو۔ پس وہ اپنے غم کو کھولنے یا دور کرنے والا ہے۔ اب سمجھو کہ جب خدائے تعالیٰ پوشیدہ خزانہ تھا اور حجرہ بالقوۃ میں تھا تو اس کی ذات میں "محبت" پیدا ہوئی کہ میں علیم یا جاننے والا ہوں۔ خبیر یا بوجھنے والا بھی ہو جاؤں۔ جاننے والا تھا' چاہا کہ بوجھنے والا بھی ہو جائے۔ تو چیزوں کو وجود میں لا کر چیزوں کو بوجھنے والا ہو گیا۔ داؤد علیہ السلام نے خدا سے پوچھا کہ۔

لما ذاخلقت الخلق؟ فقال اللہ تعالی کنت کنزا مخفیافا جبت ان اعراف فخلقت الخلق العرف

"اے رب تو نے خلق کو کیوں پیدا کیا؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ میں پوشیدہ خزانہ تھا' میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں' پس خلق کو پیدا کیا تاکہ میں پہچانا جاؤں"

یعنی ایک غم تھا اسی غم کو خلق کی تخلیق سے ظاہر کیا۔ داؤد علیہ السلام نے پوچھا کہ اے پروردگار کو کس مصلحت اور کس بھید کے لیے ظاہر کیا۔ فرمایا کہ میں پوشیدہ خزانہ تھا چاہا کہ میں پہچانا جاؤں اور خود کو خود سے پہچانوں۔ خود کو "خزانہ" کہتا ہے۔ یعنی میں کئی صفات اور کئی اعتبارات کی ایک ذات ہوں۔ جمال میں رکھتا ہوں جلال میں رکھتا ہوں۔ قہر مجھ سے ظاہر ہوتا ہے' مہربانی مجھ سے رونما ہوتی ہے' قدرت مجھ ہی کو' علم مجھ ہی کو' سمع مجھ ہی کو' بصر مجھ ہی کو' بڑھانے والا میں ہوں' بلند کرنے والا میں ہوں' نیکی' بدی' رنج وخوشی اور تمام لاتمناہی صفات کو قائم کئے ہوئے ہوں۔ اس اعتبار سے میں نے اپنا نام "خزانہ" رکھا ہے۔ یہ صفات مجھ میں بالقوۃ موجود تھیں۔ میں نے چاہا کہ حجرہ قوت سے فعل کے میدان میں آجاؤں۔ جس طرح کہ کوئی محب اپنے محبوب کو چاہتا ہے۔ اس مصلحت اور اس بھید کی بناء پر میں نے خلق کو پیدا کیا۔ اپنے غم کو خود ظاہر کیا اور خود اپنے آپ پر کھول دیا۔ یعنی سورج اور چاند کو پیدا کیا۔ زہرہ' مشتری' عطارد اور زحل

و مریخ کو پیدا کیا۔ اور اسی طرح دیگر بقیہ چیزوں کو بھی پیدا کیا۔ جیسے پہاڑ' درخت' چوپائے' گھوڑا' گائے' بکری' ہاتھی' شیر' چیونٹی' سانپ' بچھو علیٰ ہذا القیاس تمام موجودات کو پیدا کیا۔ پس کاشف الغمہ ہوا یا نہیں؟

میں نے محبوب کو ظاہر کر کے اپنا غم کھول دیا۔ (یعنی دور کر دیا اور اس کی حقیقت ظاہر کر دی) اس کا محبوب کاشف الغمہ یعنی عاشقوں کے رنج کو دور کرنے والا ہے۔ دوست ہی جانتا ہے کہ عاشق کو کیا رنج ہے اور کس چیز کا اشتیاق ہوتا ہے۔ جیسے کہ حکایت خداوندی ان انت وانت انا (یعنی میں تو ہوں اور تو میں ہوں) اسی غم واشتیاق کی آئینہ دار ہے۔ پس عاشق ہی یہ جانتا ہے کہ یقیناً میں اس کا غیر نہیں ہوں۔ پھر اس کا "عین" کس طرح بن جاؤں۔ بات کیا ہے؟ اس معاملہ میں رنج اور رونا بہت ہے اسی لیے تو مروی ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائم الحزن والبکاء

"حضرت رسول اللہؐ ہمیشہ حزن وگریہ میں رہتے تھے"

مگر اے دوست

اذا جاء نصر اللہ والفتح

"جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے"

تو سارا غم دور ہو جاتا ہے۔ اس غم کا کاشف الغمہ (کھولنے یا دور کرنے والا) وہی ہے جب اس نے حزن وغم کو کھول دیا تو فرمایا کہ۔

ان فتحنالک فتحا مبینا

"ہم نے تمہارے لئے کھلی ہوئی فتح لکھ دی"

اے دوست جب تو ستر ہزار اچھے اور برے خصائل سے باہر نکل پڑے۔ اور جب اجالے اندھیرے کے ستر خدائی پردوں سے بالاتر ہو جائے اور جب تجھ میں خلق خداوندی

پیدا ہو جائے تو اس کیفیت میں تجھ سے عبودیت (بندہ پن) دور ہو جائے گا تو یکون عیش کعیش اللہ (عیش خداوندی کی طرح) عیش میں سکون پائے گا۔ اس حال وکیفیت میں تیرا فقر پورا ہو جائے گا۔ پھر تو اسی خدا کو جلوہ فرما پائے گا اور سقھم ربھم........ کی شراب پیئے گا اس وقت تو جانے گا۔ فی مقعد صدق کہ (تو سچائی کی بیٹھک میں ہے) عند ملیک مقتدر کے تخت پر ہے۔ یعنی کامل اقتدار رکھنے والے مالک کے پاس کھبعص کے خلوت خانہ میں ہے۔ اور جس نے کہ میرے غم کو کھول دیا وہ باغ وصل میں تجھ سے متحد یا ایک ہو جائے گا شکر کر۔

الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن

"اس خدا کا شکر جس نے ہم سے حزن کو دور کر دیا یعنی بشریت کا حزن"

وہی بشریت جو تیرا وجود تھی وہی جو تیرے اور اس کے درمیان حائل تھا جیسے کہ حکایت ربانی ہے۔

وجودك حجاب بيني بينك

"تیرا وجود ہی میرے اور تیرے درمیان پردہ ہے"

اس وقت تو' تو نہ ہوگا بلکہ وہ ہوگا کیونکہ خدا کے ساتھ غیر خدا نہیں رہتا۔ اسی معاملہ کے لیے بے چارہ منصور (مغفور ومشہور) روتا تھا کہ۔

بینی وبینک انی یزاحمنی ارفع بلطفک انی من المبین

خودی حائل ہے مجھ میں اور تجھ میں ہٹا دے اس خودی کو درمیاں سے

حاشاک امحاشای من اثبات اثنین

خدا محفوظ رکھے اس دوئی سے

اے دوست تیرا غم جو کہ جسمانی ڈھانچہ میں بند ہے تمثل وتشکل یا عکس سازی وصورت آفرینی کے ذریعہ ظاہر ہوتا ہے۔ محمد ﷺ نے فرمایا یا لیت رب محمد لم یخلق محمد (کہ کاش محمد ﷺ کا رب محمد ﷺ کو نہ پیدا کرتا) یعنی جسمانی

ڈھانچہ کے ساتھ آدمی کی شکل میں مجھ کو زمین پر نہ لاتا ورنہ حضور کا تاج کمال تو یہ ہے۔

لولاک لما ظهرت الربوبية

اگر تم نہ ہوتے تو ربوبیت ظاہر نہ ہوتی

آپ کی شان میں کہا گیا ہے۔ پس عاشق کو یہی غم ہے کہ وہ بشریت اور تشکل سے چھٹکارا چاہتا ہے۔ سلطان العارفین نے انہی معنی میں فرمایا کہ البشرية ضد الربوبية فمن احتجب بالبشرية فانته الربوبية (بشریت ضد ہے ربوبیت کی پس جس نے بشریت کا پردہ اوڑھ لیا ربوبیت اس سے رخصت ہو گئی) اس غم کا کاشف الغمہ یا غم دور کرنے والا وہی عشق "من عرف" (یعنی جس نے خود پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا)۔
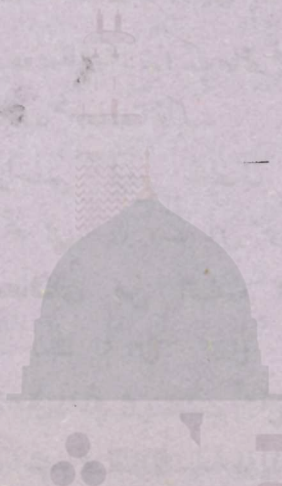
نعت رسول کریم ﷺ

والصلاۃ علی خیر البریۃ

خدائے تعالٰی کا شوق و اشتیاق ذات محمد ﷺ پر ہو جو اس کے محبوب ہیں۔ ایسے محبوب کے ان کے اوصاف سب سے اچھے ہیں یہ جو کہا گیا **فخلقت الخلق لا عرف** (میں نے خلق کو پیدا کیا تا کہ میں پہچانا جاؤں) اس کی وجہ یہ ہے **فظهرت المحمد لا عرف** (پس محمد ﷺ کو میں نے ظاہر کیا تا کہ میں پہچانا جاؤں) اپنے جمال و کمال کو اپنے خود سے نہیں دیکھا جا سکتا اس کے ظہور کے لیے آئینہ کی ضرورت ہے۔ افضل و اکرم اور اشرف آئینہ سوائے محمد ﷺ کے کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ خدا نے ہر شخص کو محمد ﷺ کے لیے ظاہر کیا اور محمد ﷺ کو خود اپنے لئے ظاہر کیا اسی لیے کہا گیا (اشتیاق و اصلوات ہو اس کے نبی پر) اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ

ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی

اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوہ درود بھیجتے ہیں

یعنی محمد ﷺ کے آئینہ میں اس کو دیکھتے ہیں۔ پس مومنین کی نیک رہبری کے لیے فرمایا ہے۔

صلوا علیہ ای انظروا الی محمد حتی ترونی کما قال علیہ السلام من رانی فقد رائی الحق

"کہ تم بھی ان پر درود و صلوۃ بھیجو یعنی محمد ﷺ کو دیکھو تا کہ مجھے دیکھ سکو جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا"

اور **لی مع اللہ وقت** (یعنی میں ایک وقت خدا کے ساتھ ہوا کرتا ہوں) یہ پتہ دے رہا ہے کہ میں اس کا معشوق ہوں وہ مجھے ہر ایک سے الگ اور پوشیدہ رکھتا ہے۔ جبھی تو حضرت جنید قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہر کوئی خدا کو جانتا ہے۔ گو نہیں پہچانتا۔ مگر محمد ﷺ کو نہ تو کوئی جانتا ہے نہ پہچانتا ہے۔ اے میرے عزیز **من عرف نفسہ فقد عرف ربہ** (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا) اس سے نسبت اس لیے رکھی گئی کہ ہمیشہ نہ خود کو جانے اور نہ پہچانے۔

نہ جاں را خود خبر از جاں کہ جاں چیست   نہ تن را از تن آگاہی کہ تن کیست
نہ من کی کچھ خبر من کو کہ من کیا ہے   نہ تن کی کچھ خبر تن کو کہ تن کیا ہے

خیر البریہ (مخلوق میں سب سے بہتر) اس لیے کہا گیا کہ حضور ﷺ کو خدا نے علم اولین و آخرین دیا یعنی تمام جسموں اور جانوں کا علم دیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ لا محمود الا اللّٰہ حمد نفسه بنفسه

والصلاة علی خیر البریة
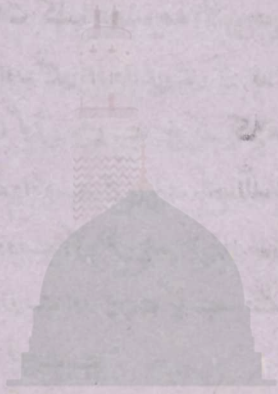
اللہ سے انس غیر اللہ سے وحشت

یعنی اے فریاد سننے والے بزرگ اور غوث جو غیر خدا سے احتراز کرنے والا اور خدا سے انس کرنے والا ہے۔ یہ سوال کہ غیر کون ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جو کوئی نام خدا کے ماسوا ہو وہ اس کا غیر ہے وہ اگرچہ اس خدا کی وجہ سے ہے مگر خدا تو نہیں ہے ۔

بو العجب کارے وبس نادر رہ است کین چو عین آں بود آں کئے شود

عجیب کام ہے یہ اور راہ نادر ہے اگر یہ عین ہے اس کا تو وہ بجن کیا ہے

اگر تم عشق حقیقی نہیں جانتے تو کچھ دیر کے لیے عشق مجازی ہو جاؤ۔ اس وقت جانو گے کہ "غیر محبوب" سے عاشق کو تسکین نہیں ہوتی جیسے کہ مجنوں سکوں نہ رکھتا تھا ۔

نہ خواہم زیستن بے تو تن بیجاں چہ کار آید محال است اینکہ بے لیلیٰ دمے مجنوں سیا سائد

تیرے بغیر زندگی، جان بغیر جسم ہے لیلیٰ بغیر قیس کو، دل کا سکوں محال ہے

احول مت بن (جو ایک کو دو دیکھتا ہے) سنو کہ تمام نام بجز مسمی کے کوئی چیز نہیں اگرچہ ہم نے ایک چیز کے یہ تمام نام رکھے ہیں۔ یہ بھی کہو کہ **لَیۡسَ فی الدارین الاربی وان الموجودات کلہا معدومۃ الاوجودہ** (تبارک وتعالیٰ) جانو کہ وجود میں سوائے خدا کے کچھ اور نہیں اور دارین میں غیر خدا کے کچھ نہیں ہے، ایک کے اندر ایک وہی ایک ہے اپنے گوش جان سے سنو کہ **کلامک خارج من دائرۃ اھل الذوق** (اہل ذوق کے دائرہ سے تیری بات کچھ الگ ہی ہے) اب اس دائرہ سے نکل پڑا اور موجودات کے وجود سے بھی نکل پڑ۔ ستر ہزار خدائی پردوں سے بھی نکل پڑ۔ اس وقت تو جانے گا کہ غیر کون ہے اور غیریت کیا ہے۔ بھٹکے ہوئے تو سمجھتے ہیں کہ تیرا وجود غیر ہے اور آپے میں رہنا غیریت ہے ۔

تاجاں نہ دہی بکافری نتواں رفت

جاں کسی کافر کو تو جب تک نہ دے یاد رکھنا یہ نکل سکتی نہیں

جب تک تو آپے میں رہے گا تو سب کو ایک سے زائد یا کئی سمجھتا رہے گا اور جب فنا ہو جائے گا تو سب کو ایک پائے گا۔ سالک پر ایک کیفیت ہوتی ہے۔ ستر ہزار صورتیں اسکو نظر آتی ہیں اور یہ سب سالک ہی کے اوصاف ہوتے ہیں نہ کہ خود ذات سالک۔ اسی طرح غوث اعظم صفات اللہ سے متوحش اور لقاء اللہ سے مستانس ہیں۔ کیونکہ غوث اعظم تمام ناموں اور صفتوں کے ساتھ تخلقوا باخلاق اللہ (اخلاق الٰہی پیدا کرو) کے حکم سے متصف تھے۔

تا کہ باخویشی عدو بینی ہمہ چوں شوی فانی احد بینی ہمہ

آپ میں جب تک ہے تو پائے گا سب کو باعدد اور جب ہو جائے فانی پائے گا سب کو احد

اب ان صفات واسماء سے احتراز کرتے ہیں اور اللہ کے ساتھ، تجلی کے اندر ایک میں ایک ہونا چاہتے ہیں، تاکہ خدا کے ساتھ انس پائیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے "میں اس لئے غمگین ہوں کہ تیرے ساتھ پوست میں نہیں ہوں یعنی اگرچہ "میں" اس کے پرتو کا عکس عین الیقین وحق الیقین کے ساتھ دکھائی دیتا ہے، پھر بھی اس سے احتراز کیا ہوا ہے کیونکہ غوث کامل تھے، ورنہ ناقصوں کی طرح اس کے پرتو سے بے خود ہو کر "انا الحق" وسبحانی (میں ہی خدائے پاک ہوں) کہہ دیا جاتا۔ ان میں سے ایک کو سولی پر لٹکایا گیا، جلایا گیا اور ان کی خاک کو دجلہ میں ڈال دیا گیا۔ دوسرے کو جب کہ پہلے مرتبہ عالی سے الگ کیا گیا اور بوقت موت اس بدمستی سے وہ ہوشیار ہوئے تو فرمایا کہ۔

الهی ان قلت یوما سبحانی ما اعظم شانی ومن مثلی وهل فی الدارین غیری فانا الیوم کنت کافرا مجوسیا اقطع زناری واقول لا اله الا الله محمد رسول الله

"اے میرے اللہ اگر کسی دن میں نے سبحانی یعنی میں ہوں پاک کہا ہے یا میری شان بڑی ہے کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ نہیں ہے کوئی میرے سوا جہان میں کون ہے تو اس دن میں کافر تھا، مجوسی

تھا' اس زنار کو توڑتا ہوں اور کہتا ہوں اقرار کرتا ہوں کہ نہیں
ہے لائق بندگی مگر اللہ اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں"

غوث رضی اللہ عنہ ان دونوں سے بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ غوث رضی اللہ عنہ اپنے آئینہ میں **اللہ نور السموت والارض** (اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا) کے آفتاب کو دیکھتے ہوئے **لانی تقدمت بالعبودیت** (البتہ میں پیش قدمی کیا بندگی میں) کا مذہب اختیار کر چکے ہیں جیسا ابوبکر وراق نور اللہ روحہ نے فرمایا **لیس بینی وبینہ فوق الا انی تقدمت بالعبودیت** (نہیں ہے کوئی فرق مجھ میں اور اس میں اگر ہے تو یہ کہ میں نے پیش قدمی کی بندگی میں)۔

اے دوست اس کے عکس وپرتو کا نام "غیر" ہوا اور اس میں رہ جانے کا نام "غیریت" ہے۔ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کا عاشق ہوا۔ سن لے کہ محمد ﷺ حق تعالیٰ کے عکس وپرتو ہیں اور محمد ﷺ وہ آئینہ ہیں کہ جس آئینہ میں اللہ کے سوا کوئی رونما نہیں ہوتا۔ محمد ﷺ اس کے آئینہ قابل ہیں یعنی سب سے بہتر آئینہ ہیں۔

فی ھذا الکتاب جواھر العشاق شرح من کلام مالک الاخلاق المتوحش عن غیر اللہ والمستانس باللہ (اس رسالہ جواہر العشاق میں مالک اخلاق کے کلام کی شرح اور اللہ کے سوائے سب سے الگ رہنے والے اور اللہ سے محبت کرنے والے بزرگ) کی نسبت جو کچھ کہا جا رہا ہے اس کو غور سے سنو۔ صفت کی صورت ذات کی صورت نہیں رکھتی اس کے اوصاف ان گنت ہیں جس کی کوئی انتہا نہیں البتہ صحیح یہ ہے کہ جلالیت میں دوست کی کچھ اور شکل ہوتی ہے اور جمالیت میں دوست کا تمثل کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ ابلیس لعنۃ اللہ نے کہا **رایت ربی لیلۃ المرصاد فی اقبح صورہ فقرع رجلیہ معلی صدری فوجدت حرافی نفسی** (دیکھا میں نے اللہ کو معراج کی رات نہایت ڈراؤنی صورت میں۔ رکھا اس نے پاؤں میرے سینہ پر اور پائی میں نے ایک جلن اپنے آپ میں) خدائے تعالیٰ کی لعنت اس کی غذا ہے۔ تجلی جلال میں عاشق کے لیے کوئی **حظ** یا نصیبہ نہیں ہوتا۔ حضرت محبوب رب

العلمین ﷺ تجلی جمال کی نشانی بتا کر فرماتے ہیں کہ **رایت ربی لیلة المعراج فی احسن صوره فوضع یدیه علی کتفی فوجدت بردا فی قلبی** (دیکھا میں نے معراج کی رات میں اپنے رب کو نہایت اچھی صورت میں اور اس نے رکھا اپنا ہاتھ میرے کندھے پر میں نے پائی اپنے آپ میں ٹھنڈک کی ایک لہر) اس کی انگلیاں جمال وجلال کے تمثلات بیان کرتی ہیں اس لئے غوث اعظم ان تمثلات وتشکلات سے احتراز کرتے ہیں۔ کیونکہ انہیں ورالوری (پرے سے پرے) سے کام ہے۔ حق کی قسم ورالوری کیا ہے معلوم ہو جائے گا۔

قال:

کل طور بین الناسوت والملکوت فھی شریعۃ وکل طور بین الملکوت والجبروت فھی طریقۃ وکل طور بین الجبروت والاھوت فھی حقیقۃ

فرمایا

جو طور طریق ناسوت وملکوت کے درمیان میں ہے وہ شریعت ہے جو طور طریق ملکوت وجبروت کے درمیان میں ہے وہ طریقت ہے۔ اور جو طور طریق جبروت ولاہوت کے درمیان میں ہے وہ حقیقت ہے
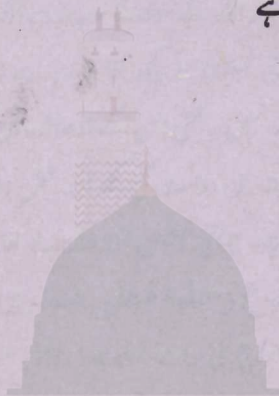
شریعت، طریقت، حقیقت

خدا نے فرمایا کہ جو طور طریق آسمان و زمین کے درمیان ہے اس عالم کا نام ناسوت ہے۔ انہیں کو جانوروں کا عالم، ملک و خلق کا عالم، احساسات کا عالم، عالم شہادت و عالم صورت اور عالم ظاہر کہتے ہیں۔ اور ملکوت کو عالم امر و عالم معقول و عالم قلب و غیب عالم معنی اور عالم باطن کہتے ہیں اور جبروت کو عالم روح، عالم موجود بالقوۃ اور عالم ممکنات عالم ماہیات و کلیات بلکہ عالم باطن غیب الغیب و معنی المعنی کہتے ہیں۔ اور لاہوت ایسا عالم ہے کہ عرش اس کی عزت ہے اور کرسی اس کی کبریائی ہے۔ قدر اس کی لوح و قضا اس کا قلم ہے۔ آسمان اس کی عظمت، کیوان ان کا غصہ اور برجیس اس کی مہربانی ہے۔ بہرام اس کا جلال، اور خورشید اس کا جمال، آگ اس کا غضب اور پانی اس کی رحمت اور خاک اس کی حکمت ہے اور جس کی بقا کبھی زائل نہ ہونے والی ہے۔ اہل شریعت ماسوی اللہ یا غیر خدا کو عالم کہتے ہیں۔ یعنی عالم ہر اس موجود کو کہتے ہیں جو سوا خدا کے ہو لیکن سالکوں کے نزدیک "غیر خدا" کا وجود ہی نہیں۔

کما قال سر اللہ فی الارض صاحب الفصوص

العالم ھو المتجلی نجمیع صفاتہ

"جس طرح کہ زمین کے خدائی راز دار حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی صاحب فصوص نے کہا کہ عالم وہ حقیقت ہے جو تمام صفات کے ساتھ روشن ہو"

پس ناسوت سے ملکوت تک وہ عالم ہے جو ظاہر ہے یہی شریعت محمد ﷺ ہے یعنی شریعت کے نیک اعمال کرنے سے ناسوت ملکوت تک یا قالب سے قلب تک پہنچتے ہیں۔ قالب کو قلب کا رنگ، حاصل کرنے کے لیے شریعت کی ضرورت ہے۔ آدمی کے قلب یا دل میں خدا نے سات اطوار و طریقے بنائے ہیں۔ پہلے کا صدر یا سینہ نام ہے جو اسلام

ہے۔

افمن شرح الله صدره للاسلام فهو على نور من ربه

"اللہ نے جس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر لگ گیا"

یہی طور دل کا پوست وغلاف یا شیطانی وسوسوں کا مقام اور (تسویل نفس) بموجب آیت قرآنی۔

یوسوس فی صدور الناس من الجنة والناس

"کہ وہ یعنی شیطان خناس لوگوں کے سینوں میں وسوسے ڈالتا ہے جو پوشیدہ فن اور ظاہری لوگ ہیں"

خدا کی پناہ اگر گناہوں کی نحوست اور قہر الٰہی کے اثر سے نور اسلام میں فتور آجائے تو کفر کی تاریکی بڑھ جائے۔ چنانچہ خدا جس کا سینہ کفر پر کھول دے تو یہی مقام تمام برائیوں کا طور ہے۔ دوسرے طور کا نام قلب یا دل ہے جو ایمان کی کان اور حق وسچائی کا خزانہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ۔

اولئک کتب فی قلوبهم الایمان

یعنی یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان لکھ دیا گیا ہے

اسی کی حکایت کر رہا ہے (یہی قلب) نور عقل کا گھر ہے بموجب آیہ شریفہ

فتکون لهم قلوب یعقلون بها

ان کے ایسے دل ہیں جن سے وہ عقل یا سمجھ حاصل کرتے ہیں

دل کی بینائی جس کو بصیرت کہتے ہیں وہ اسی جگہ ہے۔ ظاہری دیکھنے کا احساس بصیرت کا پرتو ہے۔ تیسرے طور کا نام شغاف ہے ۔ اولاد رسول اللہ ﷺ سے محبت وشفقت اور اولیاء ' انبیاء سے شفقت واردات کا یہی مقام ہے جیسا کہ خدا نے کہا قد شغفها حبا (اس کے دل میں محبت گھس گئی ہے) پیغمبران علیہم السلام اور مشائخ کبار

کی محبت مریدوں اور امتیوں کے ساتھ اسی طور پر ہوتی ہے۔ عشق مجازی اس طور پر نہیں گذرتا اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا۔

حبب الی من دنیا کم ثلث الطیب والنساء وقوۃ عینی فی الصلوۃ

"تمہاری دنیا کی تین چیزیں میری محبوب بنائی گئی ہیں۔ خوشبو' عورت اور نماز جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

دوسری جگہ فرمایا

اولادنا اکبادنا

ہماری اولاد ہماری جگر گوشہ ہے

چوتھے طور کو فوادیا تہہ دل کہتے ہیں یہ جلال وجمال اور دوسری صفات کے مشاہدہ یا دیکھنے کا مقام ہے۔

مَاکذب الفواد مارای

جو کچھ اس نے دیکھا اس کے تہہ دل نے اس کو نہیں جھٹلایا

پانچویں طور کا نام جنت القلب ہے جو خدا کے شوق وذوق اور اس کے عشق ومحبت کا مقام ہے اس جگہ کسی دوسرے کی دوستی کو دخل نہیں ہے۔ چھٹے طور کو سویداء کہتے ہیں۔ یہ غیبی مکاشفات' علم لدنی' حروف مقطعات کے معارف کا مقام اور اسرار الٰہی وعلم اسماء کا خزانہ ہے۔ بموجب قرآن۔

وعلم ادم الاسماء کلھا

ہم نے آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیے

ساتویں طور کا نام "بہجتہ القلب" ہے اس جگہ ذاتی صفات کا ظہور اور الوہیت کے تجلیات ہوتے ہیں۔ نفس وشیطان کو بجز طور صدر کے اور اطوار میں پہنچنے کی مجال نہیں ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔

حفظا من کل شیطان مارد لایسمعون الی الملاء

الاعلی

"ہر شیطان سرکش سے امان ہے وہ ملاء اعلیٰ کی کوئی بات بتکلف بھی نہیں سن سکتے"

بعض کہتے ہیں کہ (نفس' دل' روح' سر خفی' وغیب الغیب) ہر طور جو ملکوت سے جبروت تک ہے وہ طریقت ہے یعنی طریقت کے عمل کر کے دل سے روح تک پہنچتے ہیں۔ اے دوست اگر روح خالص ہو تو دوسری دفعہ پیدا ہو کہ وہ روح جبروت تک پہنچتی ہے یہ قول سنا ہو گا کہ:

لن یلج ملکوت المسوت من لم یولد مرتین

"ملکوت وسماوات میں کوئی نہیں جا سکتا جب تک وہ دوبار پیدا نہ ہو"

اے دوست جو ماں سے پیدا ہوا تو اس نے اس دنیا کو اور خود کو دیکھا۔ اور جب وہ خود سے پیدا ہو گا تو اس عالم اور خدائے عزوجل کو دیکھے گا۔ اس "ماں" سے حقیقی واصلی "ماں" ہے جس کی تعریف میں ہے کہ۔

انا من اللہ والخلق منی

میں اللہ سے ہوں اور تمام خلق مجھ سے ہے

تجھ سے مراد تیری حقیقت ہے جو دکھائی نہیں دیتی' لیکن تجھ سے الگ نہیں ہے۔ وہ تیرے تن میں ہے جو تیری طرح ہے گو تو نہیں ہے۔ وہ روح ہے جو تجھ سے ملاقات کرے گی۔ جس کا بیان یہ ہے۔

یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ

"وہ اپنے حکم سے روح کو اپنے ان بندوں پر ڈالتا ہے جن کو چاہتا ہے"

وہ روح جب تجھ کو تجھ سے لے لے اور تیری جگہ وہ روح لے لے تو تیری ذات آئینہ کی طرح صاف ہو جائے اس وقت تو خدا کو دیکھے گا کہ تیرے ساتھ کیسا کیسا سلوک

کرتا ہے اور تجھ کو کس نام سے پکارتا ہے۔ کیا تو نے نہیں سنا کہ ایک بزرگ نے اس مقام کا کیا پتہ دیا ہے۔

قال ادخلنی ربی جنة القدس ویخاطبنی بذاته ویکاشفنی بصفاته

"اب بزرگ نے یوں کہا ہے کہ: میرے رب نے مجھے جنت القدس میں داخل کیا اور مجھے اپنی ذات سے مخاطب کیا اور اپنے صفات مجھ پر کشف کیے۔

اس جگہ تو خدا میں فانی اور خدا کے ساتھ باقی ہوگا اور تو خدا کے ناموں اور اس کے صفات کے ساتھ ظاہر ہوگا۔ اللہ تجھ کو یہ نعمت دے۔

جب دل روح تک پہنچ جائے تو وہ ملکوت سے جبروت تک پہنچ گیا ہوگا اور عین الیقین یعنی یقین کی آنکھ سے جبروت کو دیکھے گا۔ جو "طور" جبروت ولاہوت کے درمیان ہے وہ حقیقت ہے یعنی حقیقت کا عمل کرنے سے جبروت سے لاہوت کو پہنچتے ہیں۔ یعنی روح سے سرِ یا بھید کو پہنچ جاتا ہے۔ جب یہ سر حاصل ہو جائے تو اس پر سر دے دینا چاہیے"

سر باز دریں راہ اگر طالب اوے در کوئے خرابات نہ گنجد سرو دستار

ہو طلب اس کی تو سر اس راہ میں دیجیے کوچہ ساقی میں دستار اور سر کیونکر رہے

اس مقام پر تو اس کا ہمسر و رازدار ہو جائے گا۔ یہ چیز وجدانی (پانے کی) ہے کہنے کی نہیں ہے۔ لیکن اے دوست بھید وہی ہے کہ اس موقعہ پر عاشق، معشوق کی طرح ہو جائے۔

واشرقت الارض بنور ربها

زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا جائے گی

والی آیت اسی کی غمازی کرتی ہے کہ تیری ذات کی زمین کو اپنی ذات (رب) کے نور سے روشن کرتی ہے۔ اس مقام پر بھی دونوں معشوق ہی ہوتے ہیں نہ کہ عاشق یہ ناز ہو

جاتے ہیں نہ کہ نیاز۔ ہمہ تن یافت ہوتے ہیں نہ کہ نایافت **من رانی فقد رای اللہ** کا ارشاد نبوی اسی مقام سے صادر ہوا تھا کہ (جس نے مجھے دیکھا گویا اس نے خدا کو دیکھا) کیونکہ **یا نور نوری ویا سرسری** کی خلعت آپ کو یہیں حاصل ہوئی تھی۔ یعنی سبحانہ نے آپ کو اس طرح مخاطب فرمایا تھا کہ "اے میرے نور کے نور اور اے میرے بھید کے بھید" جب قالب بھید بن گیا تو قلب پوشیدہ و خفی ہو گیا۔ روح غائب ہو گئی یعنی روح قدسی کے درمیان جو پردہ حائل تھا اٹھ گیا۔ اب جو کچھ غیب عیب میں تھا' ظاہر ہو گیا اس وقت تیرا فقر پورا ہوا اور اللہ جلوہ نماوانی الی ہو گیا۔ مشہور مقولہ ہے **الفقر اذاتم ھو اللہ**" جب فقر کی تکمیل ہو جائے تو وہاں اللہ ہی اللہ ہے اور تصوف و حلول اس جگہ مل کر ظاہر ہوا۔ لیکن عیاں (قابل دید) کو ہرگز بیان نہیں کیا جا سکتا۔ شکر کہنے میں اور دیکھنے میں کچھ اور اور چکھنے میں تو کچھ اور ہی ہوتی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ

یا غوث الاعظم ماظهرت فی شیی کظهوری فی الانسان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے غوث اعظم، میں کسی شے میں ایسا ظاہر نہیں ہوا جیسا انسان میں۔

انسان میں خدا کا ظہور

یعنی خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اے غوث الاعظم میں نے کسی چیز میں اس طرح ظہور نہیں کیا جیسا خود کو انسان میں ظاہر کیا۔ تمام چیزیں میری ذات کا آئینہ ہیں۔ انسان اس کا بھید ہے۔ میں اگر یہ بھید بیان کروں تو اس سے ایک طرح کا کفر مراد ہو گا جس کو منع کیا گیا ہے۔

کفرت بدین اللہ والکفر واجب لدی وعند المسلمین قبیح

دین خدا سے کفر کیا تو کفر ہی مجھ پر لازم ہے مسلم زاہد طنزیہ اپنے میرے مقابل قائم ہے

در کفر ہم صادق نہ زنار را رسوا کن

تو کفر میں سچا نہیں زنار کو رسوا نہ کر

فتمثل لها بشرا سويا (پھر کھڑے ہوئے بشر سے اس کو تمثل یا صورت پذیری دی۔ انسان کے متعلق یہ ہے کہ ؎

اورا نہ بود ظہور بے ما مارا نبود وجود بے او

میرے بغیر اس کا کیونکر ظہور ہوتا اس کے بغیر میرا کیوں کر وجود ہوتا

سریکہ دریں صورت زیبا است نہانی گر روئے نماید بخدا کنی اقرار

جو بھی کہ اس صورت زیبا میں چھپا ہے ہو جائے اگر فاش تو کہہ دے کہ خدا ہے

تا اونہ شومی نشود معلومت کاں روز آفریدہ نبودی او بودی

ہو جائے نہ جب تک تو بھی وہی معلوم نہ ہرگز تجھ کو ہوا

پیدا نہ ہوا تھا جس دم تو بے شک تھا وہی بیشک تھا وہی

ثم سالت:

یا رب ھل لک مکان؟

قال لی:

یا غوث الاعظم انا مکون المکان ولیس لی مکان سوی الانسان والانسان سری وانا سر الانسان

پھر میں نے سوال کیا:

اے پروردگار، کیا تیرا کوئی مکان ہے؟

فرمایا:

اے غوث اعظم میں مکانوں کا پیدا کرنے والا ہوں اور آدمیوں کے سوا کہیں میرا مکان نہیں ہے۔ آدمی میرا پوشیدہ اور چھپا ہوا بھید ہے اور اس طرح میں انسان کا بھید ہوں۔

انسان میں خدا کا مقام

اس کی تعریف یہ ہے کہ میں کسی جگہ نہیں ہوں اور ہر جگہ موجود ہوں یعنی میرے لئے جگہ نہیں۔ انسان میرا آئینہ ہے اور میں انسان کا آئینہ ہوں المومن مراۃ المومن واللّٰہ ھو المومن اسی معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے (یعنی مومن، مومن کا آئینہ ہوتا ہے اور اللہ ہی مومن ہے) اس جگہ بھید یہ ہے کہ۔

قلب المومن بین اصبعین من اصباع الرحمن

"مومن کا دل خدائے رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے بیچ میں ہے۔

ورنہ دل کہاں اور رحمٰن کہاں!

قال المنصور قلب المومن کالمواۃ اذا نظر فیھا تجلی ربہ

"منصور نے کہا کہ مومن کا دل آئینہ کی مانند ہے۔ جب اس میں دیکھو تو رب جلوہ نماز ہوتا ہے۔

اور الانسان سری وانا سر الانسان کے معنی بھی یہی ہیں یعنی انسان میرا بھید اور میں انسان کا بھید ہوں۔ عرف من نظر (جس نے دیکھا پہچانا) خوب جانو کہ انسان انس سے بنا ہے اور انس دو قسم کا بیان کیا گیا ہے:

الانس ھو السکون الی اللّٰہ والاستعاذۃ فی جمیع الامور والاستیناس مع الناس علامۃ الافلاس

"انس اللہ کی جانب سکون اور تمام امور میں اس کی پناہ لینا ہے۔ اور لوگوں سے میل جول افلاس کی علامت ہے۔

جس کو حق تعالیٰ موانست اور مجالست عطا فرمائے وہ تمام خلائق اور تمام تعلقات سے

احتراز کرتا ہے۔

من استانس بالحق استوحش عن الخلق

خدا سے انس کرنے والا خلق سے بیگانہ ہوتا ہے

ثم سالت:

یا رب هل لک اکل و شرب؟

قال:

اکل الفقیر اکلی و شربه شربی

پھر میں نے پوچھا:

اے رب، کیا تیرے لئے کھانا، پینا ہے

فرمایا:

فقیر کا کھانا، میرا کھانا ہے۔ اور اس کا پینا میرا پینا ہے۔

خدا کا کھانا پینا

یعنی فقیر کا کھانا بھوک ہے اور اس کا پینا تشنگی ہے یعنی وہ بھوکا ہے تو فقیر کے کھانے کا اور پیاسا ہے تو فقیر کے پینے کا۔ پس اس کو اس طرح ہوتا ہے کیا تم نے نہیں پڑھا کہ **الجوع طعام اللہ فی الارض** (یعنی بھوک ہی زمین میں اللہ کا کھانا ہے) گوش جان سے سنو کہ خدا کے نزدیک فقیر وہ ہے جس کو ایک خاص حکومت واقتدار حاصل ہو۔ **اذا قال لکل شئی کن فیکون** (جب وہ کسی چیز کو ہونے کے لیے کہے تو وہ ہو جائے) جو کچھ ایسے فقیر کا کھانا اور پینا ہے وہ سب خدائے عزو جل کا ہے۔ یعنی ایسے فقیر کا کھانا سوائے جمال خدا دیکھنے کے اور پینا سوائے خدا سے کلام کرنے کے اور کچھ نہیں۔ شیئا اللّٰہ کا معنی یہی ہے۔

اللہ جمیل ویحب الجمال کے مطابق (اللہ جمیل ہے جمال کو پسند کرتا ہے) وہ ہمیشہ اپنے آپ کو خود دیکھتا ہے اور اپنے آپ ہی سے کلام کرتا ہے۔ **کلم اللہ موسی تکلیما** اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا---------- موسیٰ میں اس نے سوائے اپنی صورت کے کچھ اور نہ دیکھا مگر موسیٰ نہیں جانتے تھے، اس لیے **ارنی** کہا کہ اے رب مجھے تو دکھائی دے۔ اس درخت کو دیکھو کیا مجال تھی جو اس نے کہا کہ **انی انا ربک وانی انا اللہ** میں ہی تیرا رب ہوں اور میں ہی اللہ ہوں"

خود گوید راز و خود میشود از ماد شما بہانہ ساختہ اند

سنتا ہے اپنے آپ سے، کہتا ہے خود ہی راز ماو شما کا اس میں فقط اک بہانہ ہے

اسی طرح یہ بھی کہتے ہیں کہ اس فقیر سے ایسا فقیر مراد ہے۔ **الفقیر لا یحتاج الی ربہ ولا الی نفسہ** فقیر وہ ہے جس کو اپنے رب سے اور نہ اپنے نفس سے کوئی احتیاج ہے دوسرا قول یہ ہے کہ **الفقیر یحتاج الی ربہ لا الی نفسہ** فقیر وہ ہے جس کو اپنے رب، کی احتیاج ہو نہ کہ اپنے نفس کی تیسرا قول یہ ہے کہ **الفقیر**

یحتاج الی کل شی ولا یحتاج الیہ شی فقیر وہ ہے جس کو ہر چیز کی احتیاج ہے اور کسی شے کو اس کی احتیاج نہیں۔ اس تیسرے فقیر کا بیان ضروری ہے کہ وہ فقیر کون ہے جو ہر چیز کا محتاج ہے۔ وہ اس لئے محتاج ہے کہ پس پردہ وہ ہر چیز کو دوست کی صورت میں دیکھتا ہے۔ یقیناً وہ ہر چیز کا محتاج ہوگا۔ اور اس کا کوئی محتاج نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ خود تو نیستی میں نیست ہو کر غوطہ لگا چکا ہے۔ خود وہ اپنا ہی وجود نہیں رکھتا تو کون اس کا محتاج ہوگا اس جگہ فقیر کا یہ مرتبہ ہے کہ **بی یسمع وبی یبصروا بی ینطق** (مجھ ہی سے سنتا ہے، مجھ ہی سے دیکھتا اور مجھ ہی سے بولتا ہے) یہ مرتبہ اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ خدا کے دوست ہیں۔

حکایۃ عن اللہ تعالی یا فقرائی من امۃ محمد یا مساکینی من امۃ محمد ویا احبائی من امۃ محمد۔ صلی اللہ علیہ وسلم

"خدائی حکایت ہے کہ اے میرے فقرا جو امت محمد ﷺ سے ہیں۔ اے میرے مساکین جو امت محمد ﷺ سے۔ اے میرے احباب ودوست جو امت محمد ﷺ سے ہیں۔

دنیا میں فقرا کے سوا کوئی ابرار نہیں۔ آخرت میں بھی اس کا مقرب فقیر ہی ہے جو ہمیشہ اس کے حضور میں ہے اور زیادتی حضور کی وجہ سے ان کا شوق واشتیاق درجہ کمال پر ہوتا ہے اور ان سے بڑھ کر خدا کا شوق ان پر ہوتا ہے جیسے حکایت خداوندی ہے:

الاطال شوق الابرار الی لقائہ وانی الی لقائیھم لاشد شوقا

"ہاں ابرار کا شوق میرے لقا کے لیے بہت ہے اور میں ان کی لقا کا شدید شوق رکھتا ہوں۔

یہ شوق **یُحِبُّهُمْ ویحبونہ** (وہ ان سے محبت کرتا ہے یہ اس سے محبت کرتے ہیں) سے بالاتر ہے۔ پھر کہتا ہوں گوش جان سے سنو (منصور حلاج) حسین نے جو کہ زمین

پر خدا کا بھید ہے فرمایا ہے تمام بادشاہوں کا بادشاہ جب اپنے آپ کو مستور و مخفی کرنا چاہتا ہے تو تیرہ و تار اندھیری رات میں پھٹے کپڑے پہن کر' پرانی دھجی سر پر باندھ کر' ٹوٹی ہوئی جوتیاں پہن کر' ایک لکڑی ہاتھ میں لے کر گلیوں میں گھر گھر پھرتا ہے۔ اور شیئا اللہ کی آواز دے کر ایک ایک دروازہ کھلواتا ہے۔ ہر حبیب و خلیل اور شریف وذلیل کے دروازے پر جاتا ہے کہیں لوگ اس پر مہربانی کر کے روٹی کا ٹکڑا اس کے کاسہ میں ڈال دیتے ہیں اور کہیں عذر کر کے اسے آگے بڑھا دیتے ہیں۔ لیکن اگر وہ بجائے باہر رہنے کے دہلیز کے اندر قدم بھی رکھے تو ممکن ہے کہ گردنی کھائے یا گالی سنے یا کوئی صدمہ اس کو پہنچے۔ یہ پوری طرح غور کرنے کا مقام ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ یہ مالک رقاب اور تمام ممالک کا نظم قائم رکھنے والا ہے۔ اس جگہ کبریائی و عظمت اس کا اوڑھنا بچھونا ہے دونوں طرف اعتبار کو ٹھیک طور پر قائم رکھنا ضروری ہے۔

حجابه نور لو کشف لا حرقت سبحانه وجهه ما انتهى اليه البصر

"اس کا حجاب نور ہے اگر نور کا یہ پردہ اٹھ جائے تو اس کے چہرے کی تجلی اتنی دور تک جھلسا دے جہاں تک نظر پہنچتی ہے۔

"اس کے متعلق تم نے اپنی سمجھ کے لحاظ سے سنا ہوگا کہ **کذا الوف حجاب من الظلمة** (اسی طرح وہ تاریکیوں کے ہزاروں پردوں میں سے) آیہ کریمہ

"**وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ**"

"اگر ہم وہ رسول کسی فرشتہ کو بناتے تو اسے بھی آدمی بناتے اور اس کو وہی لباس پہناتے جو آدمی پہنتے ہیں۔

ایک بزرگ نے زبان کشائی کی اور یہ نظم فرمائی ؂

آنکہ برآمد بہ بزم مجلسیاں دوست دوست	گرچہ غلط می دہد نیست غلط اوست اوست
دوست کی مجلس میں جو آیا تو وہ بھی دوست تھا	گرچہ دھوکا دے گیا پر وہ یقیناً دوست تھا

(مگر) اے جواں مرد عارف تم اپنی زبان بند کر لو کہ **من عرف الله کل لسانه** (جس نے خدا کو پہچانا اس کی آواز بند ہو گئی) اس قول کی ایک یہی وجہ ہے۔ لیفور نے حضوری نور کے غلبہ سے کہا کہ اے خدا تو جو کچھ ہے اگر میں کہہ دوں تو تیری پرستش پھر کون کرے گا۔ آواز سنائی دی کہ میں جو کچھ ہوں اگر تم کہو گے تو تجھے سنگسار کر دیں گے کہ یہ کون پرستش کرنے والا ہے' کون سننے والا ہے؟ یعنی کہنے والا' سننے والا' پرستش کرنے والا' تیرے سوا کوئی نہیں۔ جو کچھ کرتے ہیں۔ حقیقت سب پر ظاہر ہے اسی طرح وہ موسیٰ کے گھر کے دروازے پر آیا تھا۔ موسیٰ نے نہیں پہچانا بعد میں اس نے موسیٰ سے کہا کہ میں آیا تھا تو نے نہیں پہچانا تو اس کے بعد موسیٰ نے دعا کی۔

اللھم ارنا الاشیاء کما ھی

"کہ اے اللہ مجھے چیزوں کو دکھا۔ جس طرح کہ وہ فی الحقیقت ہیں

نفس قانع گر گدائی می کند در حقیقت بادشاہی میکند
نفس قانع گر گدائی ہی کرے در حقیقت وہ شہنشاہی کرے

یہ سب اس کی آزمائش کے لئے ہے ورنہ اس کے کیا معنی ہوں گے۔

لیبلوکم ایکم احسن عملا

تاکہ ہم تمہاری آزمائش کریں کہ کون نیک عمل کرتا ہے۔

یہاں فرمایا **فتمثل لھا بشرا سویا** (یعنی وہ اس کے آگے ایک اٹھے ہوئے انسان کی صورت میں آیا) اور دوسری جگہ کہا **فتمثل له فقیرا فی لباس الذلة والکدورة** (وہ اس کے آگے ایک فقیر کی صورت میں ذلت و کدورت کے لباس میں آیا) ورنہ **لو کشف لاحرقت سبحات وجھه** (اگر ظاہر ہو جائے تو اس کے چہرہ کے انوار جلا دیں) جو صورت اچھی ہو اس میں جلوہ نمائی کرتا ہے خدا کو پہچاننا اسی لئے مشکل ہے ورنہ وہ تو ایک ہی ہے۔ اس کی شناخت کیا مشکل تھی۔ **الفقر فخری** (فقیری میرے لیے فخر ہے) والی حدیث محمد ﷺ کے لیے تاج ہے۔ پس جو فقیر ایسا ہے جو خدائی اوصاف سے متصف ہو۔ اے دوست' وہی پتہ بتائے گا۔ اور انسان جو کچھ کھاتا

پیتا ہے۔ الخ میں اور تو کون ہیں۔ اسی طرح کہتے ہیں کہ غم کھاتا ہے۔ اور فقیر بھی اسی طرح غیر خدا سے احتراز کر کے اللہ کا غم کھاتا۔ اس تمنا میں جب فقیر کامل ہو جائے تو وہی اللہ کا جلوہ دکھاتا ہے۔ اسی طرح خدا بھی بندہ فقیر کا غم کھاتا ہے۔ اس طرح کہ انسان فقیر کے (تخم کو فہو اللہ کے شجر کے) مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے۔ کیا تم نے نہیں پڑھا کہ **الانسان بنیان الوب** (انسان رب کی جڑ اور پیڑ ہے)"

غمگینم ازاں کہ باتو اندر کویم   غمگینم ازاں کہ باتو در پوست نیم
گٹھلی میں تیرے ساتھ ہوں' بس رنج ہے یہی   چھلکے میں تیرے ساتھ نہیں غم اسی کا ہے

فقیر کو اپنے جمال وجلال تک لے جاتا ہے تاکہ وہ عارف ہو جائے۔ جب وہ عارف ہو گیا تو اس کے نزدیک ہر ذرہ جام جہاں نما ہے۔ اگر دیکھے تو پائے"

تو دیدہ بدست آر کہ ہر ذرہ خاک   جامیست جہاں نما کہ دردے نگری
نظر اپنے میں پیدا کر کہ مٹی کا ہر اک ذرہ   اگر تو غور سے دیکھے تو وہ بھی جام جم ہوگا

اے دوست سوا خدا کے سب لوگ فقیر ہیں جیسا کہ خدا نے فرمایا۔

یا ایھا الناس اَنْتُمُ الفقراء الی اللہ واللہ ھو الغنی الحمید اللہ الغنی وانتم الفقرا

"اے لوگو تم سب اللہ کی طرف محتاج ہو اور اللہ ہی غنی ہے تعریف والا۔ اور اللہ ہی غنی ہے اور تم سب فقیر ہو"

پس سب کے سب خدائے عزوجل کے محتاج ہیں۔ اسی بارے میں فرمایا۔

اکل الفقیراء کلی وشربہ شربی

"کہ فقیر کا کھانا میرا کھانا اور اس کا پینا میرا پینا ہے۔"

کیونکہ فاعل حقیقی وہی ہے۔ **واللہ خلقکم وما تعملون** (یعنی اللہ نے تم کو پیدا کیا اور ان تمام کاموں کو جو تم کرتے ہو) جس طرح کہ روح فاعل وحاکم ہے ڈھانچہ یا جسم پر۔ اسی طرح خدا غالب ہے اپنے امر وحکم پر جس کو تم روح کہتے ہو۔

ثم سالت:

یا رب من ای شیی خلقت الملئکۃ؟

قال لی:

یا غوث الاعظم خلقت الملئکۃ من نور الانسان وخلقت الانسان من نوری

پھر میں نے سوال کیا:

اے پروردگار' تو نے فرشتوں کو کس چیز سے پیدا کیا؟

فرمایا:

اے غوث اعظم! میں نے فرشتوں کی تخلیق انسان کے نور سے کی اور انسان کو اپنے نور سے پیدا کیا۔

نور انسانی سے فرشتہ اور نور خدا سے انسان کی پیدائش

یعنی محمد ﷺ کے نور سے پیدا کیا اور محمد ﷺ کو اپنے نور سے یعنی اپنے ظہور سے- میں خود بلا نقطہ اور بے مثال تھا- ایک پوشیدہ خزانہ حجرہ قوت میں تھا- بموجب حدیث قدسی-

کنت کنزا مخفیا فاجبت ان اعرف

"میں پوشیدہ خزانہ تھا پس چاہا کہ پہچانا جاؤں"

میں نے چاہا کہ میں جو کچھ ہوں اور جو کچھ میرے جمال و کمال اور قدرت میں ہے اس کو ظاہر کروں - اور خود بھی (خود کو) پہچانوں- مقولہ **اللہ روح اعظم**----- کی اس بات سے وضاحت ہو چکی کہ اگر قیامت اور قیامت کے ختم ہونے تک اس کے راز پہچانے نہ جائیں تو خدائے تعالیٰ کا ظہور بھی پورا نہ ہوگا۔ "اللہ" (کہنے سے) لاہوت سے "حجرہ قوت" میں آیا اور "الہ" ہوا یعنی وہ اللہ قدیم تھا پھر اس نے الوہیت (یا اللہ پن) کی صفت ظاہر کی- خود کا اللہ کام رکھ کر ظاہر ہوا پھر مخلوقات پیدا کیں- اور الہیت ٹھیک طور پر ظاہر ہو گئی- پہلے (جو چیز) علم میں تھی اب وجود اشیاء سے معرفت میں آگئی- جبروت میں احد ہوا اور احدیت ظاہر کی- پھر ملکوت میں تمثیل سے (عکس سازی کر کے) احمد کو نمودار کیا اور زمین پر محمود نام سے ظاہر ہوا' ناسوت میں' جو کہ دنیا ہے' محمد ﷺ کی شکل میں ظاہر ہوا تاکہ سب کو اپنی طرف بلائے- خود بادشاہ ہے خود ہی رعیت اور خود ہی پیغامبر- کافروں نے یہ بات نادانی سے کہی کہ **ابشر یھدننا** کیا آدمی ہم کو راستہ بتاتے ہیں پس حکم ہوا کہ **کفروا** وہ لوگ کافر ہو گئے- وہ اتنا نہ سمجھ سکے کہ **کان یمشی ولا ظل لہ** (آپ چلتے تھے اور آپ کا سایہ نہ تھا) محمد ﷺ خدا کے نور سے ہیں- نور خدا کا سایہ کیسے ہو سکتا ہے- جو تعلق روح کو جسم سے ہے ایسا ہی (اللہ) کو محمد سے ہے- مسعود بک نے عرفان محمدی میں کیا خوب کہا ہے کہ~

احمد شدہ نام تو احد آمدہ در دے ہم در تو بجوئیم نیفتیم بتاویل

احمد ہے تیرا نام تو خود اس میں احد ہے پاتے ہیں تجھی میں کبھی کرتے نہیں تاویل

تاویل (جستجو) کی ضرورت نہیں ہوئی۔ احمد "احد" ہی کی صورت ہے۔ احمد کے معنی احد ہیں بموجب قرآن:

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی

خود آپ نے اطمینان دلانے کی خاطر فرمایا کہ من رانی فقد رای اللہ (جس نے مجھے دیکھا اس نے خدا کو دیکھا) جو محمد ﷺ کو بشر کہتا ہے یا مخلوق سمجھتا ہے وہ کافر ہے یعنی حق بات کو چھپاتا ہے اتنا نہیں سمجھتا کہ روح کو بشر نہیں کہہ سکتا۔

بشر تو ڈھانچہ ہے جو کثیف ہے۔ اور روح اس کے نور سے ہے جو لطیف ہے۔ اے دوست اگر تو آئینہ محمد میں خدا کو دیکھے اور پہچانے تو یہ مقولہ تیرے حق میں ہے۔ من عرف اللہ کل لسانہ (جس نے اللہ کو پہچانا اس کی زبان بند ہو گئی) گو کہ (ماعرفت اللہ حق معرفتہ میں نے کماحقہ اللہ کو نہیں پہچانا) اے دوست اس جگہ کہا گیا ہے کہ۔

انا من نور اللہ والخلق منی ای من نوری

"میں خدا کے نور سے ہوں اور خلق مجھ سے ہے یعنی میرے نور سے ہے"

پس اپنے آپ میں دیکھ۔ ہر انسان میں پاک نور موجود ہے۔ عارف جب اپنے نفس کے آئینے میں دیکھتا ہے تو محمد ﷺ کو پہچانتا ہے۔ اور جب آئینہ محمد ﷺ میں دیکھتا ہے تو خدائے عزوجل کو پہچانتا ہے۔ یہ بات کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا) اسی لیے کہی گئی ہے پس پکا عاشق جب خود کو دیکھتا ہے تو خدا کو دیکھتا ہے خدا فرماتا ہے۔

سنریھم ایاتنا فی الافاق وفی انفسھم

"ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں اور انہی کے نفسوں میں دکھلاتے ہیں"

آفاق سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ اس درجہ پر عاشق ہی نہیں رہتا سب معشوق بن جاتا ہے۔ چنانچہ جس طرح جسم کا ڈھانچہ سواری ہے اور جان اس کی سوار ہے۔ اسی طرح جان سواری ہے اور خدا (اس کا) سوار ہے۔

قال سبحانہ تعالیٰ:

یا غوث الاعظم جعلت الانسان مطیتی وجعلت سائر الاکوان
مطیئتہ لہ

خدا نے فرمایا:

اے غوث اعظم، میں نے انسان کو اپنی سواری اور سارے اکوان کو انسان کی سواری بنایا۔

خدا کا آئینہ انسان اور انسان کا آئینہ اکوان

یعنی اے غوث اعظم میں نے انسان یعنی محمد ﷺ کو اپنی سواری بنایا۔ اس انسان کے معنی بجز محمد ﷺ کے اور کچھ نہیں۔ احمد' محمد' محمود' نام دے کر تمام اکوان وافلاک وکونین کو (اس کے لئے) سواری بنایا۔ جب میں نے فرشتوں سے آدم کو سجدہ کرایا تو اس کا سبب یہ تھا کہ نور محمد ﷺ اس (آدم) میں موجود تھا۔ محمد سجدہ کرنے والے اور میں سجود تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ محمد یعنی اولیاء اور تمام انسان سواری ہیں اور میں (خدا) سوار ہوں۔ سارا اکوان سواری ہے اور انسان سوار ہے۔ مطیتی کا مطلب ہے "میرا آئینہ" یعنی میں خود کو انسان یعنی محمد اور اولیاء میں آئینہ کی طرح دیکھتا ہوں۔ اور یہ خود کو تمام ذروں میں دیکھتے ہیں۔ تم نے سمجھا میں کیا کہہ رہا ہوں؟ یعنی یہ سب تمام چیزوں میں اپنے آئینہ کو دیکھتے ہیں تمام چیزوں میں اپنے نفس کو دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ (**انا لا غیری**) میں ہی ہوں کوئی میرا غیر نہیں ہے۔ یعنی میرے سوا نہیں ہے۔ "**عرف نفسه**" اس جگہ معلوم ہوتا ہے پس اس اپنے آئینہ میں اپنے پروردگار کو دیکھتے ہیں تو "**عرف ربه**" اس جگہ صادق آتا ہے۔ نفس سے مراد روح یا ذات ہے۔

در ہر چہ بدیدم نہ دیدم بجز دوست معلوم چنیں شد کہ دگر نیست ہمہ اوست

جس چیز میں بھی دیکھا جزو دوست کچھ نہ پایا جانا کہ کچھ نہیں ہے سب کچھ وہی خدا ہے

یہ ساری باتیں عالم کسب کی معلوم ہوتی ہیں۔ شریعت' طریقت' حقیقت' یہ سب کسب ہیں۔ مگر معرفت و عشق و محبت صرف خدا ہی کی عنایت سے حاصل ہو سکتی ہے۔

اب یہاں شریعت والا وہ ہے جس کو معرفت حاصل ہو۔ اور اہل طریقت وہ ہے جو اہل محبت ہو۔ بلکہ خدا کا محبوب ہو۔ وہی اہل طریقت ہے اور اہل حقیقت وہ ہے جو مقام معشوق پر آچکا ہو بلکہ سراپا عشق بن چکا ہو۔ اب اس درجہ سے کوئی اور درجہ اونچا نہیں۔ **العشق هو الذات** (کیونکہ عشق ہی ذات (خدا) ہے۔ یہاں کوئی حادث یا فنا ہونے والا

نہیں۔ بلکہ سب کچھ قدیم ہے کوئی فقر و فقیر نہیں۔ بلکہ سب کچھ غنی و غنا ہے' کوئی فنا و فانی نہیں۔ بلکہ سب کچھ باقی وبقا ہے۔ جو راز اس عاشق میں چھپا ہوا تھا آج ظاہر ہو گیا"

سریست دریں عبد خفی گر شود آن کشف — بے شبہ دنموں صورت معبود بر آید

راز والے اس بشر کا راز گر کھل جائے گا — بالیقیں معبود کی صورت میں وہ مل جائے گا

سریست دریں صورت زیباش نہانی — گر روئے نماید بخدائی کند اقرار

جو بھید کہ اس صورت زیبا میں چھپا ہے — ہو جائے اگر فاش تو کہہ دے کہ خدا ہے

یہاں معلوم ہوا کہ جس دن 'تو' تو نہ تھا تو "وہ" تھا اسی لئے کہا گیا کہ **لیس فی جبتی سر اللہ** (میرے جبہ میں سوا خدا کے اور کوئی نہیں ہے)

قال:

یا غوث الاعظم نعم الطالب انا ونعم المطلوب الانسان ونعم الراکب انا ونعم المرکوب الانسان ونعم الراکب الانسان ونعم المرکوب له سائر الاکوان (معناہ ظاھر)

فرمایا:

اے غوث اعظم، اچھا طالب میں ہوں اور اچھا مطلوب انسان ہے۔ اچھا سوار میں ہوں اور اچھی سواری انسان ہے۔ اچھا سوار انسان ہے جس کی اچھی سواری سارا اکوان ہے۔

طالب و مطلوب سوار اور سواری

اس کے معنی ظاہر ہیں۔ یعنی اے غوث اعظم، بہترین طالب میں ہوں۔ اور بہترین مطلوب انسان یعنی محمد ﷺ اور اولیاء ہیں۔ کیونکہ انسان کی حیثیت آئینہ سے بڑھ کر نہیں ہے تو وہ خود کو انسان میں دیکھتا ہے۔ اور اپنا آپ طالب ہو جاتا ہے۔ "بہتر سوار میں ہوں" کے معنی ہیں محبت وشوق سے بہتر طریقہ پر دیکھنے والا ناظر میں ہوں اور بہتر منظور انسان ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا **قلب المومن مراۃ اللہ** (مومن کا دل اللہ کا آئینہ ہے) اور **الم یعلم بان اللہ یری** (کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھتا ہے☆ اس آیت کا اسی طرف اشارہ ہے۔ بہتر سوار ہے انسان یعنی محمد ﷺ اور اولیاء بہتر دیکھنے والے ہیں۔ تمام ذروں کے آئینہ میں اسی لئے دعا کی گئی کہ **ارنا لا شیئا کما ھی** (اے خدا "مجھے چیزوں کو اس طرح بتا جیسی کہ وہ فی الحقیقت ہیں") تمام ذرے بہتر منظر گاہ ہیں۔ یعنی ہر ذرہ میں ہمارا ظہور ہے۔ یہ ہر ذرہ میں ہم کو دیکھتے ہیں اور پہچانتے ہیں۔ میں جس کسی ذرہ کو دیکھتا ہوں تو تجھی کو سمجھتا ہوں۔ عارفوں کا یہی اشارہ اور بشارت مریدوں کے لیے ہے۔

ہر ذرہ کہ می بینم خورشید درد پیداست
دیکھتا ہوں جو کوئی ذرہ ہے اس میں آفتاب

اے دوست جس طرح جسم کا ڈھانچہ سواری ہے۔ روح کے سوار کا۔ اسی طرح روح سواری ہے اور خدا سوار ہے۔ جیسا کہ اس سے قبل بھی کہا گیا ہے۔ انسان کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ نہ بیان کیا جا سکتا ہے نہ لکھا جا سکتا ہے۔

یاغوث الاعظم الانسان سری وانا سره لو علم الانسان منزلته عندی لقال فی کل نفس من الانفاس لمن الملک الیوم الا لی۔

(خدا نے فرمایا) اے غوث اعظم انسان میرا بھید ہے اور میں انسان کا بھید ہوں۔ اگر انسان جان لے کہ اس کا مرتبہ میرے نزدیک کیا ہے۔ تو ہر ہر سانس میں کہے کہ آج کے دن ساری بادشاہت سوا میرے کسی اور کو سزاوار نہیں۔

انسان خدا کا اور خدا انسان کا بھید

اگر انسان اپنا مرتبہ پہچانے کہ میرے نزدیک وہ کتنا بلند مرتبہ رکھتا ہے تو یقیناً دم بدم اور ہر سانس میں کہے کہ بادشاہی میرے لئے ہے۔ آج بلکہ ہر روز میرے ہی لئے بادشاہت ہے۔ جب منصور مغفور نے دیکھا کہ ساری دنیا اس کو سجدہ کر رہی ہے اور وہ (منصور) مسجود ہے راز کے تخت پر ہے۔ (بموجب آیت پاک):

فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر ء یکون مع اللہ کھو فی الازل

"سارا اقتدار رکھنے والے مالک کے سچی بیٹھک میں ہے۔ تو اللہ کے ساتھ ایسا ہو جاتا ہے۔ جیسا ازل میں تھا"

میں اس کا غیر نہیں ہوں کیونکہ فلا یکون مع اللہ غیر اللہ (اللہ کے ساتھ غیر اللہ نہیں رہتا) اپنے آپ کو غیر نہیں پاتا۔ تو یقیناً انا الحق (میں خدا ہوں) کہہ پڑتا ہے۔ اس جگہ کہنے والا وہی حق تعالیٰ ہے جیسے کہ درخت سے اِنی انا اللہ (کہلوایا) کہ میں ہی خدا ہوں۔ اسی طرح منصور نے بھی انا الحق کہا۔ بایزید نے بھی اسی طرح سبحانی کہا اور معذرت میں کہا کہ لو عرف الانسان الخ اور وہ سید قوم اور رئیس جماعت جب اپنے حدوث کو اس کے نزدیک نہیں پاتے تو اس تصفیہ کے مطابق کہ:

الحادث اذا قرن بالقدیم لم یبق لہ اثر

"جب فنا ہونے والی چیز قائم رہنے والے سے مل جائے اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔"

وہ غیر خدا کو نہیں دیکھتے۔ اے دوست جس جگہ خدا کا ظہور ہو تو مجبوراً یہ کہنا پڑتا ہے کہ:

جاء الحق وزھق الباطل

حق ظاہر ہو گیا اور باطل چھپ گیا

سب کچھ خدا تھا۔ خود بخود تھا۔ اپنے ہی لیے تھا۔ خدا کے ساتھ انسان کا مرتبہ یہ ہے۔

اشعار سنئے۔

با دوست یکے اند چو جان در تن مردم گر نیک بہ بنی بحقیقت تو ہما نند

ہے دوست میں ضم جیسے کسی جان میں جاں ہو گر غور سے دیکھو تو حقیقت میں وہی ہے

نے آتش دنے آب نہ خاک اند نہ باداند نہ اسم نہ جسم اند ز عقلند نہ جانند

وہ آگ نہیں باد نہیں خاک نہ پانی ہے جان نہ جسم اور سمجھ نام نہیں ہے

اور ایک صاحب فرماتے ہیں۔

من رفتہ ام زخویش برون دروں نہ ام از من مرا طلب مکن من کنوں نہ ام

ہو گیا آپے سے باہر میں نہیں ہوں میں نہیں
مجھ سے مجھ کو مانگ مت، اب میں نہیں ہوں میں نہیں

با دوست چوں یکے شدہ ام چیست ہجر ووصل
من مغز و استخواں ودگر پوست وخوں نہ ام

دوست سے جب مل گیا تو وصل وفرقت پھر کہاں
مغز ہوں میں اور نہ ہڈی گوشت اور خوں میں نہیں

چوں لحم ودم شدہ است مرا عشق تو بدانکہ ہستم چناں کہ بودم زاں کم فزوں نہ ام

گوشت اور خوں یہ میرا عشق مجسم ہو گیا ہوں وہی جیسا کہ تھا کم اور افزوں میں نہیں

جانتے ہو انسان خدا کی بنیاد ہے۔ **الأنسان بنیان الرب** جب اس بیج سے جس کو انسان کہتے ہیں 'صمدیت (بے نیازی) کا درخت اگتا ہے۔ تو پتہ پتہ ڈالی ڈالی بجز انا الحق وسبحانی کے اور کچھ نہیں کہتی۔ ہر ذرہ انسان کا آئینہ ہے۔ جب ہر ذرہ میں انسان خود کو دیکھتا ہے۔ اور اپنی روح میں اس (خدا) کو تو انا لا غیری (میں ہوں میرے سوا کوئی نہیں ہے) یہیں سے کہتا ہے، لیکن انسان جو مرتبہ خود رکھتا ہے خود ہی نہیں جانتا نہ پہچانتا ہے اس

لئے کہا گیا کہ **لو عرف الانسان الخ**......... اس میں شرط مستقبل مجہول ہے۔ یعنی ہر کوئی خدا کو جانتا ہے مگر پہچانتا نہیں۔ اسی طرح کوئی خود کو بھی نہیں جانتا پہچانتا جان کو یہ بھی خبر نہیں کہ میں کیا ہوں نہ جسم کو معلوم ہے کہ میں کون ہوں۔ جس کسی نے کہا ہے خوب کہا ہے کہ۔

نہ جاں را خود خبر از جاں کہ جاں چیست
نہ تن را از تن آگاہی کہ تن کیست

نہ من کی کچھ خبر من کو کہ من کیا ہے؟
نہ تن کی کچھ خبر تن کو کہ تن کیا ہے

بندہ بندہ ہے اور مالک مالک ہے۔ کیا ہوا اگر اس کا ہمرنگ ہو گیا۔ اس کے رنگ تو ان گنت ہیں اور اس کے رنگ کو لینے والے بھی ان گنت **طریق الوصول لا ینقطع ابداء**۔ پہنچنے کا طریقہ تو کبھی ختم نہیں ہوتا اس کے معنی ہوئے کہ عاشق کبھی عین معشوق ہو جاتا ہے کبھی نہ یہ ہوتا ہے وہ غیر ہوتا ہے۔ نہ بالکل وہ یہ اس کا سایہ ہے۔ سایہ اصل شخص کیسے ہو سکتا ہے۔

بو العجب کاریست و بس طرفہ رہسیت   ایں چوں عین آں بود آں کئے شود
عجیب کام ہے یہ اور راہ نادر ہے   کہ یہ جو عین وہی ہے تو وہ بجن کیا ہے

اللہ کے اخلاق پیدا کرو **تخلقوا باخلاق اللہ** اسی لئے کہا گیا ہے نہ اخلاق حاصل کرنے والے میں بس کہنے کی ہمت ہے اور نہ اخلاق الہیہ کی کوئی انتہا ہر "تخلق" پر جان دی جانی چاہیے تاکہ تو سب کچھ وہی ہو جائے اور تو ہر کام اسی سے کرے اور تجھ میں وہی وہ سمو جائے۔

قال:

یا غوث الاعظم ما اکل الانسان شیئا وما شرب وما قام وما قعد وما نطق وماصمت وما فعل فعلا وما توجه الی شیئی وما غاب عن الاوانا فیه ساکنه وسمکنه ومحرکه

فرمایا:

اے غوث اعظم' انسان کوئی چیز نہیں کھاتا' نہ پیتا' نہ کھڑا ہوتا' نہ بیٹھتا' نہ بولتا' نہ سنتا' نہ کوئی کام کرتا' نہ کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتا' نہ اس سے بے رخ ہوتا ہے مگر یہ کہ اس میں میں ہوتا ہوں' میں ہی اس کو ساکن رکھتا ہوں اور میں ہی اس کو حرکت میں لاتا ہوں۔

انسانی حرکات و سکنات میں خدا

خود کہتا ہے (جانتے ہو) غوث اعظم میں کیا کرتا ہوں۔ انسان یعنی محمد ﷺ اور اولیاء کوئی چیز نہیں کھاتے نہ پیتے' نہ کھڑے ہوتے' نہ بیٹھتے' نہ کہتے نہ سنتے نہ کوئی کام کرتے' نہ کسی چیز کی طرف توجہ کرتے نہ اس سے غائب ہوتے مگر یہ کہ میں اس انسان میں رہتا ہوں۔ اس کو ٹھہرائے رکھتا ہوں اور اس کو حرکت میں رکھتا ہوں۔

بی ینطق وبی یسمع وبی یبصروبی یمشی وبی یقعدوبی یفعل

"یعنی مجھ ہی سے (استعارۃً میری زبان سے) بولتے ہیں۔ مجھ ہی سے (یا میرے کان سے) سنتے ہیں۔ مجھ ہی سے دیکھتے ہیں۔ مجھ ہی سے چلتے ہیں۔ مجھ ہی سے بیٹھتے ہیں اور مجھ ہی سے ہر عمل کرتے ہیں"

یعنی ان کی حرکات و سکنات مجھ ہی سے ہیں۔ جس طرح کہ جسم کے ڈھانچہ کی حرکات و سکنات روح سے ہے۔ یہ خصوصیت آنحضرت ﷺ کی ہے۔ جو عالم کے سردار ہیں۔ اور (یہ خصوصیت) اولیاء کی بھی ہے۔ کیونکہ محمد ﷺ اور اولیاء خدا سے ایسے ملے ہوئے ہیں جیسا کہ ۔

با دوست یکے اند چو جان درتن مردم — گر نیک بہ بینی بحقیقت تو ہمانند
دوست میں ضم جیسے کسی جسم میں جاں ہو — گر غور سے دیکھے تو حقیقت میں وہی ہے

اجزائے وجودم ہمگی دوست گرفت
نامیست زمن برمن وباقی ہمہ اوست

میرے اجزائے وجودی دوست نے سب لے لئے — نام میرا رہ گیا باقی تو سب کچھ ہے وہی

اے دوست محمد ﷺ اور تمام اولیاء اس (خدا) کے آئینہ ہیں۔ ان میں بجز خدا کے

اور کچھ روشن نہیں۔ یہی مقام ہے جب کہ ان کو مریدین اور معتقدین سجدہ کرتے ہیں بہ سجدہ ان کو نہیں بلکہ ان کے خالق کو ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے اعضاء اسی کے نور کے ہیں۔ اور اس (خدا) کے لیے آئینہ بن گئے ہیں۔ ان کو اس نے خود اپنے لئے اپنے ہی سے پیدا کیا ہے۔

قال:

یا غوث الاعظم جسم الانسان ونفسه وقلبه وروحه وسمعه وبصره ولسانه ویداه ورجلاه کل ذلک اظھرت له بنفسی لنفسی لا ھوالا انا ولا انا غیره۔

فرمایا:

اے غوث اعظم، انسان کا جسم، اس کا نفس، اس کا دل، اس کی روح، اس کے کان اور آنکھ، اس کی زبان اور اس کے ہاتھ پاؤں، ہر اک چیز کو میں نے ظاہر کیا ہے۔ اپنی ذات سے اپنے لیے وہ نہیں ہے مگر میں ہی ہوں اور میں اس سے غیر نہیں ہوں۔
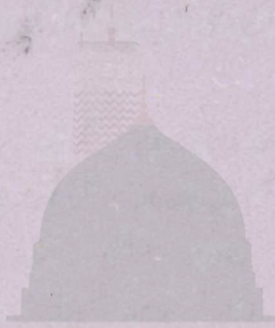
اعضائے انسانی میں خدا کا ظہور

اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے غوث اعظم محمد ﷺ اور اولیاء کے جسم اور ان کے نفس یعنی جو صورت کہ انسانی جسم سے آدمی کی طرح دکھائی دیتی ہے' وہ آدمی نہیں ہے بلکہ وہ بہترین صورت وہی (خدا) ہے نہ کہ جسم۔ کیونکہ جسم کثیف ہے اور وہ (خدا) لطیف اس بات سے معلوم ہو جائے گا (کہ حقیقت کیا ہے) انسان کا دل' انسان کی روح' انسان کے کان اور آنکھ اور نظر' انسان کے ہاتھ پاؤں ان سب کو میں نے........ اپنی "ذات سے ظاہر کیا ہے۔ یعنی اپنی ذات کے نور سے۔ اپنی ہی ذات کے لئے انسان کو آئینہ بنایا ہے۔ آئینہ سے ہٹ کر جسم کا ڈھانچہ اور کوئی چیز نہیں کہ جس میں چمکتا ہوں اور دکھائی دیتا ہوں یعنی انسان اور انسان کی حقیقت سوائے اس کے نہیں کہ میں ہی ہوں اور میں اس کا غیر نہیں ہوں۔ آئینہ کی طرح انسان اور وہ (خدا) ایک صورت ہیں ؎

از جمال اوست در ہر صورتے حسنے کی ہست
در ہر نقاب معنی اس آں شاہد مستور من
ہر حسین چہرہ میں حسن اس یار کا معمور ہے
ہر نقاب معنوی میں دوست ہی مستور ہے

اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ **خلق ادم علی صورتہ** (آدم کو اس (خدا) نے اپنی صورت میں پیدا کیا) فرماتا ہے کہ میں نے انسان کو اپنی ذات سے اپنی ذات کے لیے ظاہر کیا ہے۔ انسان نہیں ہے بلکہ میں ہی ہوں **فتمثل لھا بشرا سویا** (بموجب آیہ شریفہ) پھر ایک سیدھے (یا کھڑے ہوئے) انسان کی صورت میں متمثل ہو کر آیا۔ اپنے آپ کو اپنے ہی لئے انسانی مثال میں ظاہر کیا یعنی اپنے دیکھنے کے لئے' اپنی صورت کو' اپنے ہی لئے ظاہر کیا۔ اس لحاظ سے ان کے دیکھنے کا بڑا اشتیاق رکھتا تھا۔ **لانی اشد شوقا الی لقائھم** (بموجب اس قول کے) کہ میں ان کے دیکھنے کا بے حد شوق رکھتا

ہوں، خدا تعالیٰ خود اپنا عاشق ہے اور اس کا اپنا عشق اس قدر زیادہ ہے کہ کسی چیز کی پروا نہیں کرتا۔

عاشق حسن خود است آں بے نظیر حسن خود را خود تماشای کند

حسن پر اپنے وہ خود عاشق ہوا حسن کا اپنے تماشا بن گیا

اس مقام پر کون ہے جو اس کو اپنی کھلی آنکھ سے پہچانے۔ یہ شاذ و نادر ہے مگر اس کی گفتار سے اس کو پہچان سکتا ہے جیسے کہ میں۔

مسعود نے بھی اپنا پتہ یوں بتایا کہ میں مسعود نہیں ہوں بلکہ مسعود نام چرا لیا ہوں تاکہ مجھ کو کوئی نہ پہچانے۔

مسعود بک برائے دغا نام کردہ ام ستر صفات خودرا ستار ساترم

مسعود بک تو دھوکہ وہی کے لئے ہے نام پوشیدگی صفات کی کرتا ہے راز دار

کیا تم نے نہیں سنا کہ جبریل علیہ السلام کو صحابہؓ نے نہیں پہچانا۔ جب وہ دوسری صورت (غیر جبریل) میں آئے تو خدا کو کیونکر پہچانا جا سکتا ہے؟ جو ہزار در ہزار پردوں میں خود کو چھپائے ہوئے ہے۔

در نقاب معنوی آں شاہد مستور من

ہر نقاب معنوی میں دوست ہی پوشیدہ ہے

شیخ کے ساتھ وہ خدا جو میرا محبوب شاہد ہے حقیقت انسان کے پردہ میں ہے یعنی وہ نمائندہ جو مجھ پر ظاہر ہو کر مجھ عاشق سے چھپ گیا یہ پہلا درجہ تھا جو دیکھنے کے بعد عاشق ہوا اور پھر عشق اس میں سرایت کر گیا۔ اب اس کی دوا یا علاج کچھ نہیں مگر وہی معشوق!

قال:

یا غوث الاعظم اذا رایت الفقیر المحترق بنار الفقر والفاقة والمنکسر بکسرة الفاقة فتقرب الیه لانه لاحجاب بینی وبینه

فرمایا:

"اے غوث اعظم! جب تم کسی فقیر کو اس حال میں دیکھو کہ وہ فقر وفاقہ کی آگ میں جل گیا ہے اور فاقہ کے اثر سے شکستہ حال ہو گیا ہے تو اس کا تقرب ڈھونڈو کیونکہ میرے اور اس کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے"
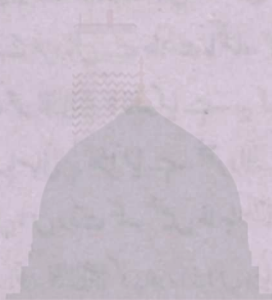
فقر و فاقہ

مجھ سے فرمایا کہ اے بہت بڑے فریاد سننے والے سمجھو! کہ جس کو خدا نے بہت بڑا کہا ہے وہ کیسا ہوا۔ اپنی عظمت میں بہت بڑے پن کی خاصیت رکھتا ہوگا۔ (اے غوث اعظم!) جب تم کسی سوختہ حال دل جلے کو دیکھو جو فقر کی آگ سے جلا ہوا ہو۔ یہ فقیر گویا۔ خدائے عزوجل سے حاجت مانگتا ہے۔ حاجت مانگنے سے فقیر کے دل میں آگ بھڑکتی ہے تاکہ ماسوا خدا کو جلا دے اور فقر کی تکمیل میں جلتا رہے پس حضرت غوث پاک سے فرماتا ہے کہ جب تو ایسے جلے ہوئے کو دیکھے جو مجھ سے حاجت مانگنے میں جلا بھنا ہو اور فاقہ سے بے حال ہو۔ وہ بے حال میرے لئے سب سے ٹوٹ چکا ہے۔ پھر بھی مجھے نہیں پا رہا ہے۔ اور فاقہ پر فاقہ کرتا ہے جب تم ایسے بے حال اور جلے ہوئے کو دیکھو تو اس سے قریب ہو۔ کیونکہ میرے اور اس کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔ بقول "میں ٹوٹے ہوئے دلوں کے نزدیک ہوں" معشوق اپنے عاشق کو بتاتا ہے۔ کہ میں اس جگہ ہوں۔ تو بھی اس جگہ آجا یہ بات کہ فقر کی آگ سے جلے ہوئے اور سب سے ٹوٹ کر فاقہ سے ملے ہوئے کا مطلب سوائے آنحضرت ﷺ کے اور کچھ نہیں۔ جنہوں نے بمصداق **الفقر فخری** فقر کو اپنا تاج بنایا۔ یعنی خدائے عزوجل سے حاجت مانگنا۔ محمد ﷺ کی خصوصیت ہے۔ اے دوست تمہیں خبر ہے۔ محمد ﷺ کا فاقہ کیا ہے۔ یہ کہ اس نے آنحضرت کو گھر سے باہر کیا اور تنہائی سے نکال کر پاسبانی پر کھڑا کیا ہے۔ فقر و فاقہ اللہ تعالیٰ سے رجوع ہونے کو کہتے ہیں۔ خدا سے تنہائی میں اس وقت تک نہیں ملا جا سکتا جب تک کہ پہلے کی طرح یکجا نہ ہو جائے۔ اس لیے حضور انور ﷺ کو چند روز اس دنیا میں رہنا پڑا۔ اور اس کے حکم کی طرف خلق کو بلانا پڑا اور اپنی امت کے فقیروں کو خدا تک پہنچانا پڑا۔ پس یہ شکستہ دل ﷺ پروردگار سے قریب ہے۔ اور اولیاء بھی حضور ﷺ کے طفیل سے شکستہ دل ہیں۔ تاکہ یہ قول صادق آئے کہ "میں ٹوٹے ہوؤں کے دلوں کے قریب ہوں" جس کا

دل میری وجہ سے ٹوٹا ہوا ہے ورنہ محمد ﷺ سے بڑھ کر کوئی شکستہ حال نہیں اور یہ (تمام اولیاء) ان کے ساتھ ہیں۔ بموجب "مومنین ایک ہی نفس کی طرح ہیں" المئومن مراۃ المئومن (مومن' مومن کا آئینہ ہے) اور حضرت غوث رحمتہ اللہ علیہ بھی انہیں میں ہیں پس رب العالمین جل جلالہ نصیحت فرماتا ہے کہ تو بھی رسول اللہ ﷺ کے قریب ہو جا تاکہ مجھے وہاں پالے۔

قال:

یا غوث الاعظم لا تاکل طعاما ولا تشرب شرابا ولا تنم نوما الا عندی بقلب حاضر وعین ناظرة قال الغوث الاعظم فما اکلت طعاما ولا شربت شرابا الا عند ربی

فرمایا:

اے غوث اعظم تم کھانا نہ کھاؤ اور نہ کچھ پیو اور نہ نیند میں آرام کرو مگر یہ کہ میرے ہی پاس (کھاؤ، پیو اور سوؤ) اپنے حضور قلب اور چشم بینا سے۔ غوث نے کہا کہ میں کچھ کھاتا پیتا نہیں ہوں مگر اپنے ہی رب کے ہاں (کھاتا پیتا ہوں)۔
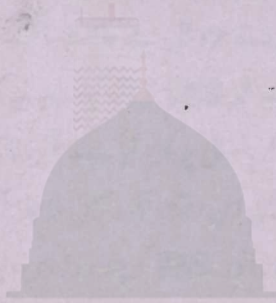
خدا کے پاس کھانا، پینا اور سونا

خدا نے فرمایا کہ اے غوث اعظم تم کھانا نہ کھاؤ اور پانی نہ پیو اور نہ سوؤ مگر میرے ہی نزدیک۔ متوجہ دل اور دیکھنے والی آنکھ سے۔ اپنے اظہار کے لئے غوث رحمتہ اللہ علیہ کو نصیحت کرتا ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجیعوا بطونکم واظمئوا اکبادکم واعروا اجادکم لعمل قلوبکم تروا اللہ عیانا عیانا عیانا

"حضور نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ اپنے بیٹوں کو بھوکا رکھو، اور اپنے جگر کو پیاسا رکھو اور جسموں کو برہنہ رکھو۔ دل کے عمل کے ساتھ (یعنی سچے دل سے) تو تم اللہ کو کھلا کھلا دیکھو گے"

پس غوث اعظم نے ایسا ہی کیا یہ ظاہر ہے۔ اب اپنے محبوب کے بقا کی قسم جو حقیقت کی بات ہے وہ کہتا ہوں۔ عاشقوں کے نزدیک کھانا اللہ کو دیکھنا ہے۔ **وھو یطعمنی** بقول اس کے کہ "وہ مجھے کھلاتا ہے" پینا، اس خدائے تعالیٰ سے بات کرنا ہے بقول اس کے کہ "وہ مجھے پلاتا ہے" **وھو یسقینی** اور سونے کے متعلق تم نے نہیں سنا کہ خدا کے ساتھ سونا کیسا ہوتا ہے۔

من مست مئی عشقم ہشیار نخواہم شد   من خفتہ معشوقم بیدار نخواہم شد

عشق کی مئے پی گیا ہشیار میں ہوتا نہیں   یارے ہمخو اب ہوں بیدار میں ہوتا نہیں

گوش جان سے سنو۔ یہ سب ابرار کی نیکیاں ہیں اور یہ سب مقربان (یا خدا کی خاص قربت والوں) کے لئے برائیاں ہیں۔ بقول اس کے کہ **حَسَنَاتُ الاَبرار سَیّات المقربین** (ابرار کی نیکیاں مقربین کی برائیاں ہیں) اسی بات کی طرف اشارہ ہے پس جو لوگ ان تینوں خصوصیات سے بالاتر ہیں وہ سکون پائے ہوئے ہیں اور اپنے آپ قرار یافتہ

ہیں۔ **الاطال شوق الابرار الی لقائه** (ابرار کا اشتیاق مجھے ملنے کے لئے بہت زیادہ ہے) اور وہ اتنا ہوتا ہے کہ بجز اپنی ذات کے اور کچھ وہ نہیں جانتے اس لیے خدا کا اشتیاق ان سے بھی بڑھ کر ان کے لیے ہوتا ہے۔ اور فرماتا ہے **لانی الی لقائهم لا شد شوقًا** (کہ میں ان سے ملنے کے لیے بے حد شدید اشتیاق رکھتا ہوں) ایک سے ایک بڑھ کر یہ دونوں ایک دوسرے کے بے حد مشتاق ہیں۔ اس کے لیے واسطہ کی ضرورت ہے تاکہ ایک میں ایک مل جائیں۔ خدائے ذوالجلال والجمال پوری طرح ملاپ اور اتحاد کے لیے فرماتا ہے۔ **لاتاکل طعاما** (کھانا نہ کھاؤ) یعنی میری طرف نہ دیکھو۔ **ولا تشرب شرابا** اور نہ پیو یعنی مجھ سے بات نہ کرو **ولا تنم نوما** (اور نہ سوؤ) یعنی اس معشوق کے ساتھ نہ سوؤ' جو تیرے پہلو میں ہے۔ اس معشوق سے شغف نہ کر اور آرام نہ لے اس جگہ معشوق حضرت غوث رحمتہ اللہ علیہ کی روح پاک ہے۔ جس میں جمال خدا دیکھتے تھے اور اس سے بات کرتے تھے اور اسی کے ساتھ سوتے تھے۔ پس حکم ہوا کہ (نہ کھانا' نہ پینا اور نہ سونا)۔ **الاعندی بقلب حاضر وعین ناظرة** (مگر میرے پاس حضور دل اور چشم بینا سے) یعنی میرے نزدیک دل سے مراد حضرت محمد ﷺ کا دل ہے۔ پس غوث کو نصیحت کرتا ہے کہ محمد ﷺ کے دل پر حضور قلب اور چشم بینا رکھو۔ خواجہ ابو تراب رحمتہ اللہ علیہ نے ایک وضعدار نوجوان سے کہا کہ تم اتنے وضعدار ہو کہ تمہیں بایزید" کی آنکھ میں رہنا چاہیے۔ نوجوان نے غصہ سے جواب دیا کہ میں یہاں بیٹھے ہوئے بایزید" کے خدا کو دیکھتا ہوں تو بایزید کو کس لیے دیکھوں؟ خواجہ" نے فرمایا کہ بایزید رحمتہ اللہ علیہ کو ایک بار دیکھنا خدا کو ستر بار دیکھنے کے برابر ہے۔ نوجوان نے پوچھا کیونکر؟ خواجہ" نے جواب دیا کہ جو اپنے آپ (نظر سے) دیکھتا ہے وہ خود اس کا اندازہ ہے۔ اور جو بایزید" (کی نظر) سے دیکھتا ہے وہ بایزید" کا اندازہ ہوگا۔ گوش جان سے سنو اے عزیز! خدائے عزوجل نے بھی غوث رحمتہ اللہ علیہ کو اس طرح وضعدار دیکھا کہ لکھا نہیں جا سکتا۔ اسی لئے رب العالمین غوث رحمتہ اللہ علیہ کو' جو محمد ﷺ کے دل کا آئینہ ہیں' نصیحت کرتا ہے کہ اے غوث اپنی روح کی آنکھ سے دیکھو۔ اسی سے بات کرو۔

اسی سے آرام لو اور اسی کے ساتھ ہو۔ اے دوست غوث رحمتہ اللہ علیہ کو احمد مرسل ﷺ کی طرح دیکھا اور نہایت اچھے نوخیز' جوان کی صورت میں دکھانا چاہتا ہے۔ **فی احسن صورت امرد شاب** محمد ﷺ کے آئینہ میں دیکھ۔ اس جگہ معشوق کی طرف سے کشش ہوتی ہے جس کے لائق وسزاوار حضرت غوث" ہیں۔ عاشق تو خود اپنی کوشش سے اس تک نہیں پہنچ سکتا۔"

اگر از جانب معشوق نباشد کششے کوشش عاشق بے چارہ بجائے نرسد

معشوق کی جانب سے کشش گر نہیں ہوتی عشاق کی کوشش بھی ٹھکانے نہیں لگتی

پس غوث" فرماتے ہیں **ما اکلت طعاما** (میں نے کھانا نہیں کھایا) یعنی خدا کی طرف نہیں دیکھا۔ (بجز معیت خدا کے) مطلب یہ کہ غوث" نے اپنی ذات کے آئینہ میں خدا کو دیکھا۔ **ولا شربت شراب** (میں نے کچھ نہیں پیا) بجز معیت خدا کے یعنی بجز خدا کے اور کسی سے بات نہیں کی۔ اس نے جو الہام مجھ پر کیا۔ اس پر کوئی بات نہیں کی اور نہ اس سے سکون وقرار حاصل کیا بجز اس کے کہ اپنے پروردگار کے پاس اپنے دل سے حاضر وناظر ہو کر مراقبہ کیا۔ یہاں تک کہ آئینہ میں صورت محمد ﷺ کی تجلی ہوئی اور اس سے مقصود حاصل ہو گیا یہاں مرتبہ فقر ہے۔ کیونکہ جب اپنے میں محمد ﷺ کو پا لیا۔ جنہوں نے **الفقر فخری** (فقر پر فخر کر کے) اس کو تاج بنایا۔ انہوں نے اپنا بھید دیکھا اور اپنے ہی لئے فقیر ہو گئے۔ یعنی خدا کی جناب میں اپنی حاجت پیش کی۔ جب محمد ﷺ سے ملاپ یا اتحاد ہو جائے تو خدا سے ملاپ یا اتحاد چاہنا چاہیے اسی لئے ارشاد ہوا ہے۔ **تخلقوا باخلاق اللہ واتصفوا باوصاف اللہ** (تم خدا کے اخلاق اپنے میں پیدا کرو۔ اور خدا ہی کے اوصاف سے متصف ہو جاؤ)

یعنی اتحاد بذات' اس جگہ عاشق' معشوق کا ہمرنگ ہو جاتا ہے تو پھر اپنے رنگ میں نہیں لوٹتا۔ اس لئے کہاوت ہے۔ **الواحد لا یرجع** اکائی پلٹتی یا لوٹتی نہیں۔"

مسعود بک برائے دغا نام کردہ ام ستر صفات خود را کہ ستار ساترم

مسعود بک تو دھوکہ دہی کے لیے ہے نام پوشیدگی صفات کی کرتا ہے راز دار

من خدا ایم من خدایم من خدا

میں خدا ہوں میں خدا ہوں میں خدا

اس مقام پر اپنے آپ میں رہ کر کسی نے کہا ہے ؎

از خود بخود آمدن رہ کوتہ نیست

آپ سے آپے میں آجانے کی رہ کوتاہ نہیں

دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہم پر ہمارے لئے اور تم پر تمہارے لئے یہ دروازہ کھول دے۔ (آمین)
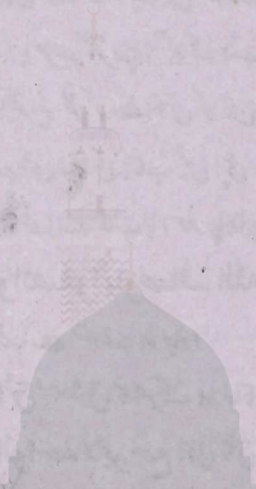
قال لی:

یا غوث الاعظم من حرم عن سفری فی الباطن ابتلی بسفر الظاهر ولم یزد دمنی الابعد افی سفر الظاهر

فرمایا:

اے غوث اعظم جو باطن میں میرے طرف سفر سے محروم رہا میں اس کو ظاہری سفر میں مبتلا کرتا ہوں اور اس کو میرے طرف سے اور کچھ نہیں (دیا جاتا) بجز اس کے کہ سفر ظاہری کے ذریعہ دوری (مفارقت) دی جائے۔

سفر ظاہر اور سفر باطن

مجھ سے فرمایا کہ اے غوث اعظم جو کوئی باطن میں میرے سفر سے محروم رہتا ہے یعنی جو کوئی میرے لئے اپنے آپ میں سفر نہیں کرتا میں اس کو ظاہری سفر میں مبتلا کرتا ہوں۔ مطلب یہ کہ جو اپنے آپ میں ذکر و فکر کے مراقبہ سے اور مجاہدہ و توجہ سے باطن کے اندر نہیں جاتا وہ اس آیت کو نہیں سمجھتا۔ **وفی انفسکم افلا تبصرون** (میں تمہارے نفسوں میں ہوں کیا تم نہیں دیکھتے) اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔ **وھو معکم** کی آیت اس کو حاصل نہیں ہوتی۔ جو اپنی روح میں رب العالمین کی تجلی ہرگز نہیں دیکھتا اور اپنے دل میں مجھ کو نہیں پاتا۔ اس کو میں سفر ظاہری میں مبتلا کرتا ہوں نیز یہ کہ جو سفر باطن اختیار نہیں کرتا وہ دور رہتا ہے۔ دور رہنے والا فضول بھٹکنے والا ہے۔ یعنی نماز و تسبیح اور زہد و تقوی میں جس کا تعلق جسم یا ڈھانچہ سے ہے وہ ظاہری عمل ہے اور جس کا روح سے تعلق ہے وہ باطنی عمل ہے۔ اس نماز سے جاہلوں کی نماز مراد ہے جو رکوع و سجود کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور اس تسبیح سے مراد ہے جو زبان کو ہلا ہلا کر کرتے ہیں۔ جو اپنے زہد کو پیسہ پر دے دیتے اور تقوی میں غیر خدا کو لے آتے ہیں۔ تمہیں خبر ہے کہ نماز کیا ہے۔ اور تسبیح و زہد کیا۔ اور تقوی کس سے کیا جاتا ہے۔ عاشقوں کی نماز اپنے وجود کو عدم کرنا ہے۔ اور جاہلوں کی نماز رکوع و سجدہ ہے۔~

در عشق نماز بے رکوع است و سجود   یکساں درد مومن و ترسا و یہود
نہ صورت موسیٰ و نہ صورت عیسیٰ   نہ زیاں رسد ز فرعون و نمرود
چوں قبلہ بجز جمال معشوق بود   عشق آمد محو کرد ہر قبلہ کہ بود

نماز عشق میں کیسا رکوع کہاں سجدہ   یہاں تو مومن و ترسا یہود ہیں یکساں
یہاں نہ صورت موسیٰ نہ صورت عیسیٰ   فراعنہ سے نہ نمرود سے کوئی نقصان
جمال یار سے ہٹ کر کہیں جو قبلہ بنا   تو ایسے قبلہ کو الفت نے کر دیا پنہاں

تو جانتا ہے کہ نماز مستوں کو عاشق و مشتاق اور پر آتش بناتی ہے جس کو وہ بے رکوع و سجود ادا کرتے ہیں۔ کسی وقت ایسی نماز سے خالی نہیں رہتے۔ آیت شریفہ:

اَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْن

وہ لوگ ہمیشہ اپنی نماز ادا کرتے ہیں

سے مراد یہی نماز وصال واتصال ہے۔ خدا کا راستہ نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں۔ نہ دریا میں نہ آگ میں۔ خدائے عزوجل کی راہ جانوں کے اندر ہے۔ اپنے اندر سفر کرنا چاہئے تاکہ واصل حق ہو جائے۔

اے خدایا کاندرون جان ہر انسان توئی ظلمت کفر است از تو نور ہر ایماں توئی

جان میں ہر آدمی کے راز پنہاں ہے خدا کفر کی تاریکیاں اور نور ایماں ہے خدا

چوہست ظاہر وباطن گرفتہ قدرت تو بجاں خویش نگر آشکار وپنہاں را

ہے یہ ظاہر وباطن اس کی قدرت کا ظہور اپنے اندر دیکھ لے تو آشکارا اور چھپا

روم در بتکدہ شینم بہ پیش بت کنم سجدہ اگر یابم خریدارے فروشم زہد وتقوی را

بت کدہ میں بیٹھ جاؤں بت پرستی بھی کروں کوئی مل جائے اگر گاہک تو بیچوں اتقا

جب سفر کرنے والا اپنے باطن میں سفر کرتا ہے تو دیکھو کہ وہ کیا کہتا ہے۔

از دل انساں شدہ گم کردہ است خطاب محکم گوئی وفی انفسکم در دل مسعود بیا

دل سے گم ہو کر مرے کہتا ہے میں تو ساتھ ہوں جان میں بستا ہے تو مسعود کے دل میں بھی آ

جس نے اپنے باطن میں نہ دیکھا بموجب آیہ شریفہ:

من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمی واضل سبیلا

"جو اس دنیا میں اندھا ہے' وہ آخرت میں بھی اندھا ہے اور راستہ بھٹکا ہوا ہے"

(اس دنیا میں) جو شخص اپنے باطن میں نہیں دیکھتا وہ آخرت میں بھی نہیں دیکھتا۔ یعنی پیرو مرشد' حسینوں اور محمد ﷺ میں بھی نہیں دیکھتا۔ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ (وہ

آخرت میں بھی اندھا ہوگا) آخرت میں نہ دیکھنے کے یہ معنی ہیں' جب اس کا دیکھنا کئی طریقوں اور کئی راستوں کا ہے تو اَضَلُّ سَبِیلًا (وہ راستہ بھٹکا ہوا ہے) کا یہی مطلب ہے۔

اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ جو اپنی روح میں اس کو نہیں دیکھتا۔ اس کو بھی محمد ﷺ نہیں دیکھتے۔ اس روح سے وہ روح مراد ہے جو جسم کے اندر ہے نہ جسم کے باہر۔

یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ

"اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس پر (یا اس میں) خدا اپنے حکم سے روح کو ڈالتا ہے۔

یہ روح' روح اعظم ہے جو دنیا میں عاشقوں پر تجلی کرتی ہے تاکہ انس و آرام حاصل ہو۔ جو کئی کئی صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہی جمال خدا ہے"

چوں جمالت صد ہزاراں روئے داشت بود در ہر روئے دیدار دیگر
حسن تیرا اور ہزاروں صورتیں اور ہر صورت میں دیداری نئی
لا جرم ہر ذرہ بنمود یار ہر جمال خویش رخسار دیگر
بے شبہ ہر ذرہ ذرہ میں ہے یار ہر جمال نو میں رخساری نئی

مقصود یہ ہے کہ جس کا یہاں (دنیا میں) کوئی ہمراز نہیں اس دنیا میں بھی اس کا کوئی ہمراز نہیں۔ ہائے بغیر دیکھے ہوئے کوئی اس کو کیونکر پہچانے اور کیونکر دوستی کرے گا سب لوگ سن کر ہی عاشق ہوئے ہیں۔ یہاں (دنیا میں) کوئی ایسا بھی ہونا چاہیے جس نے اس کو کھلی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ اور اس سے محبت کی ہو۔ اس تقدس تعالیٰ نے ایک خاص وقت میں محمد حسینی گیسو دراز عاشق سرفراز سے ملاقات فرمائی ور کہا کہ ایک بار اس راہ میں بیٹھ جا اب میں اس رہ گذر میں اچھے عیش کی نہایت خوشبو والی سانس لے رہا ہوں۔ آہا آہاہا۔ آہاہاہا"

ہم چشم دے غلطاں زمے ہم لعلش از مستی چکاں

مست وخراب و بے خبر در چشم ہشیار آمدہ

آنکھ متوالی ہے مے سے ہونٹ میں مستی بھری
مست و بے خود بے خبر ہشیار کی آنکھوں میں ہے

یہ یگانگت کا مقام ہے۔ بیگانگی کا نہیں ہے۔ بولنے والی زبان سے اس کا بیان کیونکر کیا جاسکتا ہے۔

قال:

یا غوث الاعظم الاتحاد حال لا یعبر بلسان المقال

فرمایا:

غوث اعظم (محبوب سے) یگانگت کی کیفیت ایسی ہے کہ زبانی باتوں سے بیان نہیں کی جا سکتی۔

زبانی الفاظ سے اتحاد کا حال

فرمایا کہ اے غوث اعظم! ایک ہو جانا اور یگانگی ایک (عجیب) حال ہے یعنی جس وقت عاشق (معشوق سے) ایک ہو جاتا ہے یا معشوق عاشق کو پہلو میں لیتا ہے تو فرماتا ہے کہ میں تو ہوں اور تو میں ہے۔ جس طرح کہ محمد ﷺ نے ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے پہلو سے چمٹا کر فرمایا کہ:

لحمک لحمی ودمک دمی وعینک عینی وسمعک سمی وبصرک بصری (الی اخرہ)

"تمہارا گوشت میرا گوشت ہے۔ تمہارا خون میرا خون ہے' تمہاری ذات میری ذات ہے۔ تمہارے کان میرے کان ہیں' اور تمہاری آنکھ میری آنکھ ہے۔ الخ

اس وقت ظاہر میں حضرت علی نظر نہیں آتے تھے۔ اسی طرح محمد ﷺ کو خدائے عزوجل نے یگانگت میں لے لیا یہ بات کہ **فوضع یدیه علي کتفي** (پس اپنے دونوں ہاتھ میرے دونوں کندھوں پر رکھے) کا اسی طرف اشارہ ہے اور جو چیز پوشیدہ رکھنے کی تھی اسے پوشیدہ رکھا۔ آیتہ پاک **فاوحی الی عبدہٖ ما اوحٰی** (پس اپنے بندے پر وحی کی جو وحی کرنی تھی)۔ فرمایا کہ میں تو ہوں اور تو میں ہے۔ **انا انت وانت انا** اس جگہ معشوق عشق اور عاشق سب ایک ہیں نہ کہ دو تین یعنی خدا کے دوست اور اس کے سوا کچھ نہیں یہ سب ایک ہیں۔

کان اللہ ولم یکن معه شیئی وھو الان کما کان وھولا یتغیر بذاته ولا بصفاتهٖ ولا فی افعاله ولا فی اسمائه بحدوث الاکوان فلایکون مع اللہ غیر اللہ۔

"اللہ ایسا ہے کہ اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں۔ وہ پہلے جیسا تھا

اب بھی ویسا ہے وہ کبھی بدلتا نہیں۔ نہ ذات میں نہ صفات میں، نہ افعال میں نہ ناموں میں کائنات پیدا ہونے کی وجہ سے، پس خدا کے ساتھ غیر نہیں ہو سکتا۔

ایں جہاں صورت است ومعنی اوست در معنی نظر کنی ہمہ اوست

جب تک اس دنیا کی صورت ہے تو معنی ہے وہی اور معنی پر نظر ڈالو تو سب کچھ ہے وہی

جانتے ہو کیا کہہ رہا ہوں۔ وہ تھا اس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی وہ اسی حال میں ہے اب بھی جیسا کہ وہ پیشتر تھا، کائنات کو پیدا کرنے سے اس کے نہ ذات میں تغیر ہوا ہے نہ صفات میں، نہ افعال میں نہ ناموں میں، پس اس کے ساتھ اس کا غیر نہیں رہ سکتا۔ اچھا تو سنو! دنیا خدا کی صورت ہے۔ یہاں یہ نمود اس کے فیض کی صورت پاک سے ہے۔ یعنی وجود میں سوائے خدا کے کچھ نہیں۔ "جہاں خدا ہے" کے معنی یہ ہیں کہ وہ (خدا) ایسا ہے جو اس صورت میں کئی اشکال سے ظاہر ہوا ہے خدا شخص کی طرح ہے تو دنیا اس شخص کا سایہ ہے۔ خدا دنیا کی وجہ سے ظاہر ہے اور دنیا خدائے عزوجل سے قائم ہے"

می نمائی حسن خود در ہر رخی نوع دگر چونکہ در معنی بہ بینم واحد ویکساں توئی

ہر رخ میں تیرا حسن نئی شان دکھائے معنی کو جو دیکھے تو سب یکساں نظر آئے

توئی صورت توئی معنی کہ ہم مسجد وہم دیری توئی در دل توئی در تن کہ ہم عشق وہم جانی

تو ہی صورت تو ہی معنی تو ہی مسجد تو ہی دیر تو ہی من میں تو ہی تن میں تو محبت تو ہی جان

فمن امن بہ قبل ورود الحال ومن رتحال اتحادہ فقد کفر

"پس جس نے اس کا یقین کیا، حال کے وارد ہونے کو قبول اور جس نے اتحاد حال کو نہ مانا وہ تحقق کافر ہوا۔

یعنی جب تک معشوق عاشق کو اپنے ہمرنگ کر کے اپنے پہلو میں نہ لے اور یہ نہ کہے کہ میں تو ہوں اور تو میں ہوں (اس حال سے پہلے) اگر عاشق اتحاد سمجھے تو یہ کفر ہے۔ کیونکہ لا تامن من مکری کا اشارہ اسی طرف ہے۔ (میری چال سے مطمئن نہ رہ۔

جب تک تم سے یہ نہ کہے کہ تو میں ہوں اور میں تو ہوں اس وقت تک) تمہارے لئے کہنا ہرگز زیبا نہیں کہ میں تو ہوں اور تو میں ہوں۔ یہ تو اس خدائے تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ عاشق کتنا ہی معشوق کے اوصاف سے متصف ہو۔ دو صفات سے خالی اور کم ہوتا ہے۔ ان دو صفات کے متعلق تم نے سنا کہ ایک بزرگ نے کیا کہا:

لا فرق بینی وبین ربی الابصفتین۔ صفة ربانیة وصفة الوهیة وجود نامنه وقیامنا به

"مجھ میں اور تجھ میں کوئی فرق نہیں بجز دو صفتوں کے۔ صفت ربانیہ اور صفت الوہیہ۔ میرا وجود اس سے ہے اور قیام بھی اسی سے ہے۔

عاشق بالکل وبعینہ معشوق تو ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اے دوست یہ مقام محض رنگ پذیری کا ہے کہ عاشق اپنے معشوق کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔ نہ کہ بعینہ اور بالکل معشوق ہو جاتا ہے۔ اگر کچھ ہوتا ہے تو یہ کہ معشوق اپنے عاشق میں اپنے ظہور کو ظاہر کرتا ہے۔ اس وقت وہ عاشق نہیں رہتا۔ بموجب آیہ شریفہ: جاء الحق وزهق الباطل (کہ حقیقت آگئی اور باطل چلا گیا) مولیٰ مولیٰ ہے اور بندہ بندہ ہے۔ اے دوست خود اس کے کلام میں تفاوت ہے۔ (تفاوت کے اصلی معنی اختلاف اوصاف کے ہیں۔ یعنی خود اس کے کلام میں مختلف اوصاف بیان ہوئے ہیں) میں کیا کروں۔ کبھی ارشاد ہوتا ہے کہ فاستقم کما امرت تجھے جو حکم دیا جائے اس پر قائم رہ۔ کبھی فرمان دیا جاتا ہے کہ میری آنکھوں میں تو ہے۔ فانک باعیننا کبھی طعنہ کرتا ہے کہ عَبَسَ وتولّٰی ان جائه الاعمٰی (جب اندھا اس کے پاس آیا تو اس نے منہ موڑ لیا۔ کبھی لطف ومحبت سے بتاتا ہے کہ

لولاک لما اظهرت الربوبیة وکذلک لما خلقت الاکوان ولما خلقت الافلاک

"اگر تم نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔ اسی طرح

اکوان کو بھی پیدا نہ کرتا اور نہ افلاک کو پیدا کرتا۔

کبھی فرماتا ہے کہ انک لا تھدی من اَحْبَبْتَ (تم جسے چاہو اس کو ہدایت یا صحیح راستہ پر نہیں لا سکتے) کبھی یہ کہتا ہے کہ انا اطلب رضاک یا محمد (اے محمد ﷺ میں تیری رضا کو طلب کرتا ہوں) عشق میں ایسی ہی بو العجبیاں ہوتی ہیں)

من اراد العبادة بعد الوصول فقد اشرک بالله العظیم
من تزلزل القلب عن القالب بعد ماخلع وصفا
واتقی من رجس الدنس

"(جس نے وصول پا لینے) کے بعد عبادت کا ارادہ کیا تو گویا اس نے خدائے عظیم کے ساتھ شرک کیا کیونکہ اس نے خلعت وصول پانے اور صفائی قلب حاصل ہونے اور میل کچیل سے پاک ہو جانے کے بعد قالب کو قلب سے الگ سمجھا"۔

جو کوئی (خدا سے) پیوست ہو جانے کے بعد عبادت یا عبودیت چاہے یقیناً وہ شرک کرتا ہے اس خدا سے جو کہ بڑی عظمت والا ہے۔

اے دوست وبه والیه (اس سے اور اس کی طرف) کا مطلب یہ ہے کہ الواصل لایرجع (واصل کبھی لوٹتا یا پلٹتا نہیں) عشق ایک کیمیا بنانے والا ہے جو معمولی دھات جیسے عاشق کو معشوق کی طرح اصلی سونا بناتا ہے۔ سمجھو کہ "وصول یا پالینا" چار قسم کا ہے: وصول شریعت۔ وصول طریقت۔ وصول حقیقت۔ وصول معرفت الاول العلم بالله وصول الیه (اللہ کو جاننا ہی اس تک پہنچنا ہے) یعنی جب یہ جان لے کہ

کان الله ولم یکن معه شیئی وهو الان کما کان
فلایکون مع الله غیر الله

"اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی پیشتر وہ جیسا تھا اب بھی ویسا ہی ہے۔ پس خدا کے ساتھ غیر خدا نہیں ہوتا۔

اور یہ بھی سمجھ لے کہ العالم هو الحق المتجلی (عالم حق کا ظہور ہی ہے)

واصل بہ خدا ہوگا اس جگہ بت پرستی کی صورت نظر آتی ہے۔ واصل یا ملنے والا نہیں چاہتا کہ عبادت کرے کیونکہ یہ عمل بہشت کے لیے ہوتا ہے۔ ظاہری کردار کا راستہ بجز بہشت کی طرف کے (اور کسی طرف) نہیں بلکہ خدا پرست بھی ہونا نہیں چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ پیر پرست ہوتا کہ شاہد یا محبوب پرست ہو جائے۔ تاکہ جو کچھ علم یقین سے جانا ہے اس کو عین الیقین سے بھی دیکھ لے۔ پھر معلوم ہو جائے کہ پیر اور محبوب بجز اس (خدا) کے (کچھ اور) نہیں جب تک پیر پرست نہ ہوگا خدا پرست کیسے ہو سکتا ہے؟

شاید وہ مرید اسی مقام و درجہ کا تھا کہ بایزید" کا نام لیتا تو پانی پر چلا جاتا اور اللہ کہتا تو غرق ہو جاتا۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ **من عرف اللہ لا یقول اللہ ومن یقول اللہ لاعرف اللہ** (جو اللہ کو پہچانتا ہے وہ اللہ نہیں کہتا اور جو اللہ کہتا ہے اس نے اللہ کو پہچانا ہی نہیں) بقول "جس کے لئے شیخ یا پیر نہیں ہے اس کے لیے دین نہیں ہے" **لا دین لمن لا شیخ لہ**

وصول طریقت یہ ہے کہ تمام عالم اور تمام دنیا میں اپنے پیرو مرشد کو بلکہ خود اپنے آپ میں اپنے پیر کو پائے اور پیر کی جان میں خود کو دیکھے۔ پس جو عبادت وخدمت پیر کی کی یعنی پیر کے تصور کو بھول کر، جو کچھ پیر میں دیکھا ہے اس کا تصور کرتا ہے کیونکہ اسی کے لیے تو پیر کا تصور کیا تھا۔ جب اس سے مل گیا تو پیر کا توسط درمیان سے اٹھ گیا"

چوں در آید وصال را حالہ سرد شد گفتگوئے ولالہ
کیفیت پیدا گر کر دے وصال واسطہ ہو درمیاں پھر کیا مجال

وصول حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ پیر کی جان میں ہے اس سے مل جائے اور واصل ہو جائے پھر جب اس (خدائے تعالیٰ) ہی کا رنگ چڑھ جائے یعنی اس کی صفات سے متصف ہو جائے تو چونکہ اس (خدا) کی صفات بے انتہا ہیں اس لئے پالینے کی راہ (طریق وصول) کبھی بھی نہیں ٹوٹتی۔ اور کبھی ختم نہیں ہوتی۔ پس یہ شخص ہر ذرہ میں اس کو دیکھتا ہے۔ اور موحد بن جاتا ہے۔ اس وقت **ما فی الوجود الا اللہ** (وجود میں سوائے خدا کے اور کچھ نہیں) والا مرتبہ اس کو حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر یہ موحد صرف ایک نور (کے سوا

اور کچھ نہیں) دیکھتا کیونکہ خدا نور ہی نور ہے۔ یہ کمال بھی کسبی ہے جو محنت سے ملتا ہے۔ یہ وراء الوراء کا مقام ہے۔ وصول معرفت کا پالینا یہ ہے کہ چیزوں کو اس طرح دیکھا جائے جیسی کہ وہ در حقیقت ہیں ان (چیزوں) کی صورت کو بھی دیکھے اور ان میں نازنین کا جلوہ بھی دیکھے وہ جلوہ نازنین ہر ہر ذرہ میں ہے مگر ایسے شخص کی ضرورت ہے جس کی آنکھ میں معرفت کا سرمہ ہو۔

کجاست دیدہ کہ آں کحل معرفت وارد   وگرنہ جلوہ آں نازنین کجاست کہ نیست

کہاں وہ آنکھ کہ ہو جس میں سرمہ عرفاں   وگرنہ یار کا جلوہ کہاں نہیں ہوتا

عارف تو ہر ذرہ میں خدا کو دیکھتا ہے۔

در ہر چہ نگہ کنم توئی پندارم

نظر جس چیز پر ڈالوں تو سمجھوں بس توئی ہے

شریعت، طریقت اور حقیقت یہ سب کسبی ہیں اور حاصل کرنے سے حاصل ہو جاتی ہیں لیکن معرفت تو اسی (خدا) کی عنایت سے مل سکتی ہے نہ کہ کسب و عبادت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی معرفت کے عالم سے محمد ﷺ کے عالم شریعت میں آتا ہے تو اس عالم کی یہ نشانی ہے کہ

ان صلیت اشرکت وان احاصل کفرت

"اگر میں نے نماز ادا کی تو میں نے شرک کیا اور نماز ادا نہیں کی تو کفر کیا"

پس اس طرح میں کافر ہو چکا اور زنار باندھ لیا۔ اللہ اکبر۔ حسنات الابرار، سیات المقربین (نیکوں کی نیکیاں مقربین کے لئے برائیاں ہیں کا یہی مطلب ہے۔

اے ہر کہ دراں عارض زیبائے تو دیدہ است   کو راست اگر جانب یوسف نگریدہ است

جس آنکھ نے اک بار ترے حسن کو دیکھا   پھر دیکھے وہ یوسف کو تو بے نور بصر ہے

(ایک شخص) خود عبادت کرنے کی وجہ سے خدا تک پہنچتا ہے۔ اس کے بعد وہ کس کی عبادت کرے۔ جو کوئی اس ظاہری عبادت اور باطنی عمل، چلے، مجاہدے اور مسافرات

وغیرہ کی اس دنیا میں محنت کرتا ہے (وہ) بے شک اس کی نظر میں آجاتا ہے تو زبان حال سے جان کے کانوں میں آواز دیتا ہے کہ **انی انا اللہ الم ترالی ربک** (میں ہی اللہ ہوں کیا تو نے اپنے رب کو نہیں دیکھا) ظاہر کو دیکھنے والے کیا جانیں کہ اسی خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ **واعبد ربک حتی یاتیک الیقین** یعنی اپنے رب کی عبادت کرتا رہ یہاں تک کہ مجھے تیرے پاس یقین آجائے یعنی خدا' اور یہ بھی کیا جانیں کہ **من نظر الی معبودہ سقط عنہ عبادتہ** (جس نے اپنے معبود کی طرف نظر کی اس سے عبادت ساقط ہو گئی) اس مقام پر جب سالک آجائے تو اس کو اتحاد ویگانگت پیدا ہو جائے پھر اگر اس کو رد کرے تو کافر ہو جائے۔ معشوق کے ہر رنگ کا لباس چاہنا کفر ہے۔ اسی لئے کہا گیا کہ **من ردّحال اتحادہ فقد کفر** جس نے اتحاد کی حالت کو رد کیا اس نے کفر کیا پس جو کوئی اس اتحاد میں آجائے وہ ازلی نیکی والا نیک بخت ہے اس کے بعد ہر گز سبک نہ ہوگا مگر وہ جو اتحاد کا ہم رنگ نہیں ہوا اس کے لیے افسوس اور ویل ہے کیونکہ وہ اس مقام پر ہرگز نہ آئے گا۔

قال:

یا غوث الاعظم من سعد بسعادۃ الازلیۃ طوبی لہ لم یکن مخذولا بعد ذلک قط ومن شقی بشقاوۃ الازلیۃ فویل لہ لم یکن مقبولا بعد ذلک قط

فرمایا:

اے غوث اعظم جو کوئی ازلی سعادت ونیکی سے نیک ومسعود بن گیا تو اس کے لئے طوبیٰ خوشی کا مقام ہے۔ اس کے بعد وہ سبک نہیں ہوتا اور جو ازلی بدبختی وشقاوت سے برا شقی بن گیا۔ اس کے لیے ویل جیسا دوزخ کا ذلیل مقام ہے اس کے بعد وہ کبھی مقبول نہیں ہو سکتا۔

سعادت وشقاوت ازلی

یعنی جلالی جلالی ہے۔ جمالی جمالی ہے اور ذاتی ذاتی ہے کیونکہ اللہ کی خلق (اور فطرت) میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ **لا تبدیل لخلق اللہ** کافروں کو ہروقت نئی گمراہی ہوتی ہے اور مومنوں کو ہروقت نئی ہدایت۔ بموجب آیہ پاک **یضل بہ من یشاء ویھدی من یشاء** (وہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے) یہ سب اس کے اوصاف ہیں۔ جلال وجمال کو ظاہر کر کے خود کو پوشیدہ کر رکھا ہے ورنہ یہ دعا **ارنا الاشیاء کما ھی** چیزوں کی حقیقت جیسی کہ ہے ہم کو دکھا) نہ کی جاتی۔ کبھی آدم وابلیس کو ظاہر کرتا ہے۔ کبھی موسیٰ وفرعون کو بتاتا ہے' کبھی ابراہیم ونمرود کو نمایاں کرتا ہے کبھی محمد مصطفیٰ ﷺ اور ابوجہل کو دکھاتا ہے۔ لیکن جس کے یہ نام ہیں وہ خود ایک ہے۔ وہی ایک ہے جو اتنی صورتوں اور شکلوں میں ظاہر ہوا ہے تو ذرا دیکھ تو سہی۔

ھو المعطی ھو المانع ھو الضار ھو النافع ھو الھادی ھو المضل ھو المعز ھو المذل ھو القھار ھول الغفار

"وہی عطا کرنے والا' وہی منع کرنے والا' وہی ضرر اور نقصان دینے والا' وہی نفع بخشنے والا' وہی ہدایت دینے والا اور وہی گمراہ کرنے والا' عزت دینے والا' وہی ذلت دینے والا' وہی غضب کرنے والا اور وہی بخشنے والا"

از جمال اوست در ہر صورتے حسنے کہ ہست
در نقاب معنوی آں شاہد مستور من

ہر حسیں چہرہ میں حسن اس یار کا معمور ہے ہر نقاب معنوی میں دوست ہی مستور ہے

قال:

یا غوث الاعظم جعلت الفقر والفاقة مطیتین للانسان فمن رکبھا بلغ المنزل قبل ان یقطع المنازل والبوادی۔

فرمایا:

اے غوث اعظم میں نے فقر و فاقہ دو سواریاں انسان کے لئے بنائی ہیں جس نے ان پر سواری کی منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ قبل اس کے وہ منزلوں اور جنگلوں کو طے کرے۔

فقر و فاقہ سالک کی سواری ہے

(خدا نے) یہ فرمایا کہ اے غوث اعظم میں نے انسان کے لیے فقر و فاقہ کو سواری بنایا ہے۔ پس جو کوئی اس فقر و فاقہ پر سوار ہوا وہ منزل گاہ تک پہنچ گیا۔ قبل اس کے کہ منزلوں اور وادیوں کو طے کرے۔ یعنی فقر خدا سے حاجت مانگنا اور فاقہ آپے سے باہر ہونا (اپنی خودی کو ترک کرنا) ہے۔ **مقعد صدقٍ** کے مقام پر جو **مَلیک مقتدر** کے پاس ہے پہنچنے کے لیے فقر کے ساتھ تجدید (فاقہ) کی بھی ضرورت ہے۔ فقر و فاقہ پر کیا مناسب حال بیت (کسی نے) کہی ہے ~

ماجاں فدائے خنجر تسلیم کردہ ایم خواہی بدار خواہ بکش رائے رائے تست

خنجر تسلیم کے آگے میری جاں ہے فدا زندہ رہنے دے کہ مجھ کو مار جو مرضی تری

اس لئے اے دوست اس فقیری سے مراد الفقر فخری ہے اور فاقہ سے مراد **مازاغ البصر وماطغی** (اس کی نظر نہ جھپکی نہ جھٹلائی) کی کیفیت ہے۔ فقیر وہی ہے جو خدائے عزو جل سے حاجت مانگے اور صاحب فاقہ اس کو کہتے ہیں کہ وہ جب تک "مقصود" کو نہ دیکھ لے اور (اس پر) تجلی جلالی و جمالی نہ ہو اس پر نظر نہ کرے بلکہ اپنی روح کی آنکھ کو اس کی ذات کے لئے بھوکا رکھے۔ کتنے ہی واردات (واقعات) رونما ہوں ان سے منکر ہو جائے اور اس (خدا) کے غیر سے سکون و اطمینان نہ پائے۔ پس جس نے یہ اختیار کر لیا اس کو میرا دیدار ہے میں اسے اپنے آپ کو دکھا دیتا ہوں۔ خواہ اس نے جنگل اور منزلیں طے نہ کی ہوں (وہ جنگل اور منزلیں کیا ہیں) یعنی موت و قبر۔ سوال و حساب، حشر و صراط و میزان اور بہشت و دوزخ۔

قال:

یا غوث الاعظم لو علم الانسان ماکان له بعد الموت ماتمنی الحیاۃ فی الدنیا ویقول بین یدی اللہ تعالٰی فی کل لمحۃ ولحظۃ یا رب امتنی

فرمایا:

اے غوث اعظم اگر انسان کو معلوم ہو جائے جو کچھ کہ موت کے بعد ہوتا ہے تو ہرگز دنیوی حیات کی آرزو نہ کرے اور خدائے تعالٰی سے ہر ہر لمحہ ولحظہ کہے کہ اے رب مجھ کو مار ڈال۔

موت کے بعد کا حال

مجھ سے فرمایا کہ اے غوث اعظم اگر انسان جان لے کہ اس کے لئے موت کے بعد کیا ہے تو اس دنیا کی زندگی کی آرزو نہ کرے اور ہر گھڑی ہر وقت یہی کہے کہ اے خدا مجھے مار ڈال یعنی موت ایک پل ہے' جو فنا کے بعد دوست کو دوست تک پہنچاتا ہے۔ تو وہ بقا میں فنا ہو جانا کیوں نہ چاہے گا۔ کیونکہ آپے سے باہر آنے کے بعد خود کو خدا تک پہنچا دیتا ہے۔ اس قالب کی کون آرزو کرے جو دنیا کی زندگی دے۔ محمد ﷺ نے دنیا کے قالب والی زندگی ہی کی وجہ سے فرمایا ہے کہ۔

یالیت رب محمد لم یخلق محمد

"کاش محمد ﷺ کا رب محمد ﷺ کو پیدا نہ کرتا"

حضرت محمد ﷺ محمد کے تمثل و تشکل کو قالب کے پنجرے سے چھٹکارا دلانا چاہتے ہیں اس لئے کہ پروردگار کے پاس سے بھیجے گئے تھے اور خلوت یا تنہائی سے نکل کر پاسبانی و دربانی میں آ کھڑے ہوئے تھے۔ اب اپنے اصل مقام پر واپس ہونا چاہتے ہیں کیونکہ خدا و بندہ کے درمیان یہی قالب (جسم کا ڈھانچہ) ہے جو تکلیف دیتا ہے۔ جب قالب کے پنجرے سے نجات پالے تو خدا تک پہنچ جائے۔"

بنی وبینک انی یزاحمنی ارفع بلطفک انی من البین

خودی حائل ہے مجھ میں اور تجھ میں ہٹا دے اس خودی کو درمیاں سے

جو اپنی زندگی کی آرزو کرتا ہے وہ ہرگز خدا تک نہیں پہنچتا کیونکہ اَوَمن کان میتا جو کوئی مرجاتا ہے یا موت سے فانی ہو جاتی ہے تو اس کو ہم اپنے دیدار سے زندہ کر دیتے ہیں۔ جب وہ مجھ کو دیکھتا ہے تو ایسا زندہ ہوتا ہے کہ پھر کبھی نہیں مرتا۔ من کان میتا فاحییناہ شاید خواجہ خضر نے یہی آب حیات پیا ہے"

مردیم ہمہ تشنہ و ہیہات ماخشک لب و تو در آب حیات

آب حیات میں ترے رہتے ہوئے | مر گئے ہم تشنہ لب افسوس ہے
روئے نما وجاں بہ برد ور بکن بہانہ را | جان ز تستم تومی بری مرگ بہانہ درمیاں
رخ دکھا کے جان لے باقی بہانے مت بنا | جان میری تو ہی لے کیوں یہ بہانہ موت کا

بموجب قرآن پاک کے کہ میں تم سے بہت قریب ہوں مگر تم نہیں دیکھتے۔ نحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون۔

وچہ شیریں شود آں تلخی جاں کندن من | وقت مردن اگرم شربت دیدار رسد
جاں کنی کی تلخیاں ہوں کس قدر شیریں مجھے | مرتے دم گر شربت دیدار مل جائے
کانجا ملک الموت نگنجد ہر گز | در شوق تو عاشقاں چناں جاں بدمند
جس جا ملک الموت کا ممکن نہ گزر ہو | مرتے ہیں ترے عشق میں عشاق کچھ ایسے

پس جو کوئی موت کے بعد والے معاملہ کو جان لے تو وہ زندگی کی آرزو کیوں کرے۔

قال:

یا غوث الاعظم حجة الخلائق عندی یوم القیامة الصم والبکم والعمی وفی نسخة الاصم والابکم والاعمی ثم التحسرو البکاء وفی القبر کذلک (معناه ظاہر)

فرمایا:

اے غوث اعظم قیامت کے دن میرے نزدیک خلائق کی محبت بہرا گونگا اور اندھا ہونا ہے۔ پھر حسرت اور گریہ قبر میں بھی یہی ہوتا ہے اس کا مطلب ظاہر ہے۔

قال:

یا غوث الاعظم المحبة حجاب بین المحب والمحبوب فاذا فنی المحب عن المحبة فقد وصل بالمحبوب (معناہ ظاهر)

فرمایا:

اے غوث اعظم محب اور محبوب کے درمیان محبت ایک پردہ ہے۔ پس جب محب محبت سے فنا ہو جاتا ہے تو محبوب سے واصل ہو جاتا یا مل جاتا ہے۔ اس کے معنی ظاہر ہیں۔

محب و محبوب کے درمیان محبت کا پردہ

محبت کا میم احمد واحد کے درمیان ایک پردہ ہے۔ پس احمد میم محبت سے چھٹکارا پاکر خدا سے مل جاتا ہے۔ یعنی محمد ﷺ کے قالب کی صورت ایک پردہ ہے۔ صورت احمد واحد کے درمیان جب قالب سے یہ محمدؐ چھٹکارا پالے تو احمدؐ احد سے مل جائے پس اے دوست محبت انسان کا قالب ہے یعنی روح اس کا نور ہے اور اس کا نور قدیم (لافانی) اپنی محبت سے آدم اور آدمیوں کے قالب کو پیدا کیا ہے۔ محبت روح انسان ہے اور محبوب خدا ہے پس جب روح' قالب سے فنا ہو جاتی ہے یعنی اس دار فنا سے نکل جاتی ہے۔ تو خدا تک پہنچ جاتی ہے۔ دار بقاء کو پہنچ جاتی ہے۔ قطرہ دریا میں پہنچ جاتا ہے۔ خدا و روح کے درمیان یہی قالب پردہ ہوتا ہے۔ چنانچہ حکایت خدائی ہے کہ "تیرا وجود ہی میرے اور تیرے درمیان پردہ ہے" حکایة عن اللہ تعالٰی وجودک حجاب بینی وبینک سے معلوم ہوگا۔

قال:

یا غوث الاعظم رایت الارواح کلها یترقصون فی قوالهم بعد قولی الست بربکم الی یوم القیامة

فرمایا:

اے غوث اعظم میں نے تمام روحوں کو دیکھا کہ وہ اپنے قالبوں (جسموں) میں ناچتی ہیں۔ میرے الست بربکم (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) کہنے کے بعد سے روز قیامت تک۔

الست بربکم سے روحوں کا رقص

رب تعالیٰ کہتا ہے کہ میں نے ساری روحوں کو دیکھا یعنی میں نے خدا کو دیکھا کہ انسان کے جسموں میں ناچتا ہے۔ **الست بربکم** کہنے کے بعد سے قیامت تک غوث اعظم روحوں کے آئینہ میں سوائے خدا کے (کچھ اور) نہ دیکھتے تھے۔ اسی طرح رئیس وسید قوم فرماتے ہیں کہ میں تیس برس سے خدا سے باتیں کر رہا ہوں اور خلق سمجھتی ہے کہ جنید ہم سے باتیں کرتا ہے۔ اے دوست۔ صاحب شریعت انسان کو دیکھتا ہے تو سوائے ہاتھ پاؤں اور قالب کے اس کو اور کچھ نظر نہیں آتا۔ جب صاحب طریقت دیکھتا ہے تو ظاہری صورت بھی دیکھتا ہے اور سیرت باطن بھی دیکھتا ہے۔ جب محقق (صاحب حقیقت) دیکھتا ہے تو سوائے نور کے (جسے تم روح کہتے ہو کچھ اور) نہیں دیکھتا۔ جب عارف دیکھتا ہے۔ تو سوائے خدا کے نہیں دیکھتا۔ اسی سے بات کرتا ہے نہ کہ اس کے قالب سے اسی طرح عالم میت کے قبر پر کھڑا ہوتا ہے تو قبر کو بھی دیکھتا ہے۔ اور اس کی (اندر کی) ہڈی' صورت وسیرت کو بھی دیکھتا ہے۔ جب محقق دیکھتا ہے تو اگر میت جلالی ہے تو جلال کی تجلی اور اگر جمالی ہے تو جمال کی تجلی دیکھتا ہے۔ جب عارف دیکھتا ہے تو نہ صرف روح کی صورت کو دیکھتا ہے بلکہ آئینہ میں خدا کی روح کو دیکھتا ہے۔ ابھی عاشق کا مقام میں نے نہیں بیان کیا (وہ یہ ہے کہ) عاشق اینٹ مٹی کے نیچے اور ہڈی کے ہر ذرہ کے نیچے اور روح میں سوائے معشوق کے نہیں دیکھتا۔ اس جگہ ایک بھید ہے۔ تیرا دیکھنا اور ہے' عاشق کا دیکھنا اور ہے۔

رایت اللہ تعالیٰ!

وقال لی:

یا غوث الاعظم من سالنی عن الرویة بعد العلم فھو محبوب بعلم الرویة ومن ظن الرویة غیر العلم فھو مغرور برویة الحق سبحانہ تعالیٰ

میں نے اللہ رب العزت کو دیکھا:

اس نے مجھ سے کہا:

اے غوث اعظم جو کوئی علم کے بعد میری رویت کے متعلق پوچھے تو وہ علم رویت سے محجوب ہے اور جس نے بغیر علم کے رویت کے متعلق صرف گمان وقیاس کیا تو وہ رویت حق تعالیٰ کے بارے میں دھوکا کھا رہا ہے۔
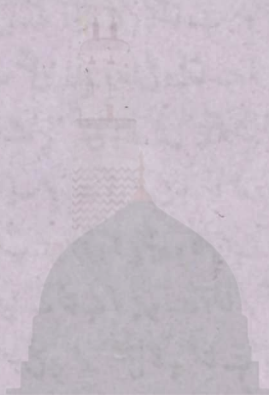
علم کے بعد دیدار

فرمایا کہ اے غوث اپنے گوش جان سے سنو کہ خدا کے دیدار کی بہت سی مثالیں ہیں۔ کیونکہ رویة الله فی المنام جائزة (اللہ کو خواب میں دیکھنا جائز ہے) یعنی مرید اپنے پیر کی جان میں خدا کو دیکھتے ہیں یہ بھی جائز ہے مگر وہ جو کہ بہشت میں دیکھتے ہیں۔ اس کے متعلق اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

قال النبی صلی الله علیه وسلم انکم سترون ربکم کما ترون القمر لیلة البدر

"فرمایا حضور اکرم ﷺ تم اپنے رب کو عنقریب دیکھو گے جس طرح کہ چاند کو شب بدر میں"

یہ مثال اس دنیا کی ہے جو خواب میں دیکھے تو وہ دیکھنے والا ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا۔ جو اپنے دل میں دیکھتا ہے تو رب العزت کے حکم سے دل میں ایک دریچہ سا کھل جاتا ہے۔ پھر وہ بندہ کے دل کے آئینہ میں چمکتا ہے۔ مومن جب دل پر نظر کرتا ہے تو اپنے خدا کو دیکھتا ہے۔ جب متقی' زاہد وصالح دیکھتا ہے تو ایسی صورت میں دیکھتا ہے جو صالح (نیک) ہو کر مصلیٰ کاندھے پر' تسبیح ہاتھ میں' چوگوشہ ٹوپی سر پر' تمام انوار صفائی کے ساتھ۔ قربت ومجاوری میں ایک عورت کی طرح پارسا مخدرہ' چھپی ہوئی۔ کمال عزت کے ساتھ شرمیلی اور پوشیدگی حجاب میں اس کا پوشیدہ کام سجدہ کرنا' تسبیح پڑھنا اور مصلیٰ پر بیٹھ کر ورد کرنا ہوتا ہے۔ اب حیا کے نقاب کو چہرہ سے اٹھا کر متجلی کا نظارہ کر' تو سوائے آہ آہ کے (اور کچھ) نہ ہوگا۔ اس موقع پر محمد حسینی کا یہ کہنا ہے' توجہ سے سنو کہ میرا مقصود مجھ ہی میں ہے"

در میکدہ ساقی شو' می درکش وباقی شو جویائے عراقی شو کو راہمہ اودیدم

میکدہ میں بن کے ساقی خوب پی اور نسخدہ رہ جستجو میں رہ عراقی کے کہ سب کچھ ہے وہی

ایک لحظہ صفائی ے نگہ کن بین عکس جمال روئے یارے

نظر کر صفائی پہ ے کے ذرا کہ عکس جمال رخ یار ہے

بر لوح وجود نیست نقشے جز صورت نسخہ نگارے

تیرے لوح دل پر نہیں کچھ لکھا مگر یہ کہ عکس رخ یار ہے

شب معراج میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یہی معاملہ تھا آپ ﷺ نے بتایا کہ۔

رایت ربی لیلة المعراج فی احسن صورة وضع یدیه علی کتفی فوجدت برد انامله فی قلبی

"میں نے اپنے رب کو شب معراج میں نہایت حسین صورت میں دیکھا اس نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھا تو اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک میرے دل میں محسوس ہوئی۔

دوسری یہ کہ:

رایت ربی لیلة المعراج فی صورة امرد شاب قطط

"میں نے شب معراج اپنے رب کو دیکھا بصورت نوجوان بے ریش اور گھنگھر والا۔"

دیکھنے کے بڑے مرتبے یہی دو ہیں باقی اس کے طفیلی ہیں یہ سوال کہ لا یری اللہ غیر اللہ (غیر خدا، خدا کو نہیں دیکھتا) تو پھر غوث نے کیسے کہا کہ میں نے اپنے پروردگار کو دیکھا جواب یہ ہے کہ حضرت محی الدین غوث" کے یہ گیارہ خطاب ہیں۔ سلطان، سید، مخدوم، پادشاہ، فقیر، درویش، ولی، غریب، مولانا، شیخ، خواجہ، اس سلطان نے اپنے تمام حجابات سے ماسوی اللہ کا پردہ اٹھا دیا۔ غوث کو خدا کے ساتھ اس طرح سمجھو۔ وھو الان مع اللہ کھو فی الازل (وہ خدا کے ساتھ ہر وقت ایسے ہی ہیں جیسے ازل میں تھے) یعنی فی الکنز المخفی (پوشیدہ خزانے میں تھے) غوث سید زماں ہیں، بادشاہ عالم ہیں، درویش کامل، شیخ یحییٰ و میت ہیں۔ خواجہ کونین سلطان جہاں اور بادشاہ ولایت ہیں مگر

الفقر فخری کے (لحاظ سے) غریب ہیں۔ محی الدین ولی اللہ ہیں۔ ایسے ولی کہ وھو الفانی فی اللہ والباقی باللہ والظاھر باسمائہ وبصفاتہ (وہ اللہ میں فانی' اللہ کے ساتھ باقی۔ اس کے ناموں اور صفات کے ساتھ ظاہر ہیں) حضرت غوث" تخلقوا باخلاق اللہ (اخلاق خدا سے متصف ہیں) لیکن بروئے شرع پوشیدہ ہیں اس لئے فرماتے ہیں کہ میں نے پروردگار کو دیکھا۔ اے دوست! عارف خدائے عزو جل کو دیکھتے ہیں پھر اس کی خبر مریدوں اور بھائیوں کو دیتے ہیں۔ بعض (خدا کو) ایسے لڑکوں کی صورت میں دیکھتے ہیں جو چاند کی طرح (حسین) ہوں۔ بقول ایاکم والنظر علی الامارد فان لھم لونا کلون اللہ (نوجوان لڑکوں پر نظر کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ ان کا رنگ اللہ کے رنگ کی مانند ہے) یہ پیروں کی تربیت مریدوں کے لیے ہے۔ عارف وہ ہے جو ہر ذرہ میں خدا کو دیکھتا ہے۔ یعنی محیط دیکھتا ہے اور پہچانتا ہے اور جس نے اس دنیا میں نہیں دیکھا اس دنیا میں کیسے دیکھے اور پہچانے۔

من کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی واضل سبیلا

"جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہے۔"

کا یہی مطلب ہے بعض عارف کہتے ہیں کہ بام کعبہ پر یا اس کے اجزا میں خدائے تعالیٰ کی انہوں نے زیارت کی۔ اس نے مجھے جبہ ودستار پہنائے۔ پھر اسی بایزید" نے خوب پتہ بتایا کہ میں نے اس کو بالکل حقیقت کے حق میں دیکھا اور پھر کعبہ کی دیوار میں اس کے سوا اور کچھ نہ دیکھا لایکون مَعَ اللّٰہ غیر اللہ بقول (اللہ کے ساتھ غیر اللہ نہیں رہتا) اس سے بھی بڑھ کر ایک بات کہتا ہوں گوش جان سے سنو عاشق حسین محبوب کے آئینہ میں اللہ کا جمال دیکھتا ہے۔ محمد ﷺ نے بھی جب زینب (زید کی عورت) کو دیکھا تو فرمایا۔ اَللّٰھم ثبت قلبی اَللّٰھم ثبت قلبی اللّٰھم ثبت قلبی (اللہ! میرے دل کو ثابت وقائم رکھ۔ اللہ! میرے دل کو ثابت رکھ۔ اللہ! میرے دل کو ثابت رکھ) تین بار فرمایا۔ اس سردار عاشقاں نے فرمایا۔ وہ جو کچھ شب معراج میں حسین صورت میں

دیکھا۔ وہی زینب کے آئینہ میں غمزہ کرتا ہوا تھا اس لئے فرمایا کہ **اَللّٰھم ثبت قلبی** یعنی میرے رب میرے دل کو زینب کے دیکھنے پر ثابت رکھ۔ یعنی جو جمال و کمال اس چہرہ میں دکھائی دیا اس پر میں عاشق ہو گیا۔ اس کو میرے دل سے دور نہ کر۔ لیکن چونکہ

لا یتجلی اللہ فی صورۃ مرتین من الازل الی الابد

"اللہ کسی صورت میں دو مرتبہ تجلی نہیں کرتا ازل سے ابد تک

اسی لئے ہمیشہ حزن وبکا کرنے والے اس کو نکاح میں لاتے ہیں۔ اللہ تم پر اور ہم پر یہ دروازے کھول دے۔ اب سنو! رئیس طائفہ' سید قوم نے اپنے آپ میں اس کو دیکھا تو فرمایا **لَیْسَ فی جبتی سوا اللہ** (میرے جبہ میں سوائے اللہ کے کوئی نہیں ہے) چونکہ سب (رنگ) اس رنگ میں جذب ہو گئے تو اپنے رنگ کو اپنے جبہ میں نہیں پایا۔ غوث پاک" کا دیکھنا تو اس سے بھی بالاتر ہے کیونکہ دیکھا اور چھپا لیا اور تکمیل کو پہنچا کر شرع میں چھپا لیا۔ اس جگہ بھی کہنے والا وہی ہے جس نے درخت میں سے کہا تھا۔ اب غوث" میں سے کہتا ہے انہیں کا حق ہے جو کہا گیا کہ **بی ینطق** "وہ مجھ ہی سے بات کرتا ہے" اسی طرح **الحق ینطق علی لسان عمر**۔ "حق' حضرت عمرؓ کی زبان سے بولتا ہے" فرمایا گیا۔

فرمایا کہ اے غوث کوئی میری رویت کے متعلق سوال کرے اس علم کے بعد کہ

العالم ھو الحق المتجلی فلا یکون مع اللہ غیر اللہ

"عالم حق کا ظہور ہے۔ پس اللہ کے ساتھ غیر اللہ نہیں ہوتا"

یعنی جو کچھ علم یقین میں جانتا تھا۔ اسے معلوم نہ تھا کہ معنوی یا صوری موت کے بعد بھی اسی طرح ہوگا۔ تم نے نہیں سنا جب تک **ارنی** (مجھے دکھائی دے) والی بات میں غیریت تھی تو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ جواب سنتا رہا جس نے گمان کیا میری رویت کا یہ اس کا علم ہے اور معرفت میں رب العلمین کی رویت تو کچھ اور معلوم ہوگی۔

شب با تو غنودم ندانستم کہ توئی
روزم بکنار تو بودم ندانستم کہ توئی

رات سویا ساتھ تیرے پر نہ جانا تجھ کو میں
اور رہا پہلو میں دن بھر پر نہ جانا تجھ کو میں

قال:
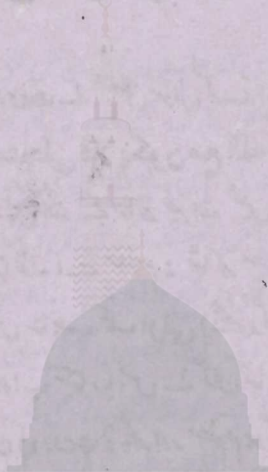
یا غوث الاعظم من رانی استغنی عن السوال ومن لم یرنی فلا ینفعه السوال وهو محجوب بالمقابل

فرمایا:

اے غوث اعظم جس نے مجھے دیکھا وہ سوال کرنے سے بے نیاز ہو گیا۔ اور جو مجھے نہیں دیکھتا سوال کرنے سے اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ وہ تو اپنے مقابل سے پردہ میں ہے۔

قال لی:

یا غوث الاعظم لا الفة ولا نعمة فی الجنان بعد ظهوری ف یها ولا وحشة ولا حرقة فی الیزان بعد خطابی لا هلها (معناه ظاهر)

فرمایا:

اے غوث اعظم جنت میں میرے ظہور کے بعد الفت ونعمت نہیں رہے گی۔ اسی طرح دوزخ میں اس کے رہنے والوں سے میرے خطاب کے بعد وحشت وجلن دور ہوگی۔ اس کے معنی ظاہر ہیں۔

دیدار کے بعد سوال سے بے پروائی

اس کے معنی ظاہر ہیں۔ یعنی کسی کے آئینہ روح میں میرے پرتو کی پرچھائیں پیدا ہوئی یا اس نے دیکھا' ہر حال میں سوال "رب ارنی" سے بے نیاز ہو گیا اور جس نے اپنی روح کے آئینہ میں مجھے نہیں دیکھا وہ کتنا ہی "ارنی ارنی" کہے کوئی سود مند نہ ہو گا۔ وہ تو گفتار ارنی سے ہمیشہ محجوب رہے گا۔

ظہور باری کے بعد جنت میں الفت اور خطاب باری کے بعد دوزخ میں وحشت

اللہ تعالٰی کی رویت عاشقوں کی جنت ہے۔ جس وقت خود کو خدا میں دیکھیں (وہی ان کی) جنت والفت ہے جب فرمان ہو گا کہ **الم ترالی ربک** (کیا تم نے اپنے رب کی طرف نہیں دیکھا) یعنی کیا اس کی طرف تو نہیں دیکھتا کہ تجھ میں یہ پرتو اسی سے پیدا ہوا ہے تو بے شک اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے جس طرح نبی ﷺ دن رات میں ستر بار اس کی طرف رجوع ہوتے تھے ایسے وقت جو الفت و نعمت اور خوشی کہ "انا الحق" یا "سبحانی" کہنے میں ہے چلی جاتی ہے۔ اس وقت پھر سے مسلمان ہونا پڑتا ہے۔ حضرت بایزید ؒ نے مرتے وقت خدا کو کھلی آنکھ سے بے مثال و بے بیاں دیکھا تو جیسا سمجھتے تھے (اپنے پردہ حجاب سے) اس سے بھی ماورا پایا تو کہا کہ

فانا لیوم کافر مجوسی اقطع زناری واقول اشھد ان لا الہ الا اللہ محمد الرّسُول اللہ

"میں آج تک کافر و مجوسی تھا۔ اب زنار توڑ دیتا ہوں اور کہتا ہوں اشھد ان لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ (ﷺ)

اے دوست **رویۃ المعشوق ھو الجنۃ** رویت معشوق ہی جنت ہے۔ جب

عاشق اپنے معشوق کو دیکھتا ہے تو کسوت معشوق میں ہو جاتا ہے یہی جنت ہے۔ یہی جنت ہے۔ جب ذات عاشق میں عشق پیدا ہو جاتا ہے' ایسا عشق کہ جس کی صورت ہو نہ معنی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ صورت و معنی میں نہیں سماتا۔ بلکہ ذات عاشق میں بھی چھپ کر دکھائی دیتا ہے۔ معشوق کی یہ رویت مثل ایک بیج کے ہے۔ ذات عاشق کی زمین میں۔ اب بڑا ہو کر صمدیت کا شجر بن جاتا ہے"

در تنگنائے صورت معنی چگونہ گنجد　　در کلبہ گدایاں سلطاں چہ کار دارد
صورت پرست غافل معنی چہ داند آخر　　گویا جمال جاناں پنہاں چہ کار دارد
صورت کی تنگیوں میں معنی سمائے کیونکر　　درویش کے مکاں کو سلطاں سے کام کیا ہے
صورت پرست غافل معنی کو جانے کیونکر　　اس بے خبر کو حسن جاناں سے کام کیا ہے

اس جگہ عاشق کا ڈھانچہ نہیں رہتا جس کو دار پر چڑھا سکیں بلکہ خالص روح بن جاتا ہے۔ اس جگہ عاشق کی روح مغلوب ہو جاتی ہے - اور خدا غالب تو الفت کہاں رہی۔ بموجب ارشاد باری تعالیٰ **واللہ غالب امرہ** اللہ اپنے حکم پر غالب ہے اس کا حکم روح ہے بموجب آیت شریفہ "کہہ دو کہ روح حکم رب ہے" **قل الروح من امر ربی** جہنم کی آگ میں وحشت اور سوزش و جلن نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ کے اس خطاب کے بعد جو وہ ان دوزخ والوں سے کرے گا یعنی جن دوزخیوں میں ڈالا گیا ہے ان سے (خدا) خطاب فرمائے گا کہ جو کچھ کیا میں نے کیا جو کچھ کرتا ہوں میں کرتا ہوں۔ یہ میں ہی ہوں جو ظاہر وظہور میں تجلی کر رہا ہوں۔ چنانچہ میں دنیا میں تھا۔ (کیا) اس کو تم نے جانا' دیکھا یا پہچانا اور بعض سے کہے گا کہ **قال اخسوفیھا ولا تکلمون** (تم اس دوزخ میں ذلیل بنے رہو اور مجھ سے کوئی بات نہ کرو) پھر سوزش و جلن اور وحشت یکایک دور ہو جائے گی خطاب کے بعد نار جہنم تو نعیم سے مبدل ہو گئی مگر شوق و فراق حق کا درد عذاب ان کے لیے دائمی رہے گا"

زاں لذت کلام جہنم شود نعیم　　کفار راخبر نبود زآتش جحیم
لیکن ز سوز فرقت وشوق وفراق حق　　باشند در عذاب شدائد مدام الیم

اس کے میٹھے بول سے دوزخ بھی جنت بن گئی   کیا خبر کفار کو دوزخ بھی کیسی آگ ہے

سوز و فرقت سے مگر شوق و فراق حق میں ہیں   یہ عذاب دائمی اور درد ان کی آگ ہے

نار دوزخ ہر گھڑی گلزار بن جائے اور ہر ایک رنگ آمیزی کرے لیکن یہ خاصہ امت محمد ﷺ کا ہے جیسا نبی ﷺ نے فرمایا کہ میرے امتی کے نصیب میں آگ ایسی ہے جیسے سیدنا ابراہیم علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کے نصیب میں نار نمرود' یہ محمد ﷺ کی عظمت کا سبب ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم نصیب نار امتی کتصیب ابراہیم من نار نمرود

قال:

یا غوث الاعظم

فقلت:

لبیک یارب العرش العظیم

فقال لی:

قل لبیک یا رب الغوث انا اکرم من کل کریم وانا ارحم من کل رحیم (الکریم والرحیم معناہ ظاہر)

فرمایا:

اے غوث اعظم

میں نے کہا:

جی حاضر' اے رب عرش عظیم

پھر مجھ سے کہا:

یوں کہو امیں حاضر ہوں اے رب غوث' میں ہر کریم سے بڑھ کر اکرم ہوں اور ہر رحیم سے زیادہ ارحم ہوں (کریم اور رحیم کے معنی ظاہر ہیں)

خدا کی بڑھی ہوئی رحمت اور کریمی

غوث کو صفت کریمی اور رحیمی کی خلعت پہناتا ہے یعنی غوث کو بتاتا ہے کہ کریمی ورحیمی میری صفت ہے جو میں نے تمہیں دی ہے۔

انا اکرم وانا ارحم من کل رحیم

"یعنی اولیاء کو اگرچہ میں کریم ورحیم کی خلعت عطا کرتا ہوں لیکن میں ان سے زیادہ اکرم وارحم ہوں"

ہاں۔ وہ کہاں اور یہ کہاں ان کو (اس خدا) کی عطا سے یہ (حاصل ہے اور وہ بذات خود قدیم ہے **وھو قائم بذاتہ** وہ اپنی ذات سے قائم ہے۔ اور یہ (اولیاء اللہ) اس (خدا) کی وجہ سے قائم ہیں)۔

قال:

یا غوث الاعظم نم عندی لا کنوم العوام

ترانی

فرمایا:

اے غوث اعظم تو میرے پاس سو جا۔ عوام کی نیند کی طرح نہیں تو تو مجھے دیکھے گا۔

اللہ کے پاس نیند

فرمایا کہ اے غوث اعظم میرے نزدیک سو۔ اس طرح مت سو جیسے عوام سوتے ہیں۔ تو تو مجھے دیکھتا رہے گا۔ میں نے دریافت کیا **فقلت یا رب کیف انام عندک** کہ اے رب تیرے پاس کس طرح سوؤں۔ یعنی کیا کروں کیسا کروں اور کس طرح رہوں "اے (وہ کہ تو) میری روح کو اپنی صورت میں پرورش کرتا ہے تاکہ میں **فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر** (خدائے مالک و مقتدر کی سچی بیٹھک) کے بھید کے تخت پر تیرے ساتھ ایک ہو کر سو جاؤں۔ یوں ہوتا ہے سونا **النوم مع اللہ** کی یہ شان ہے"

من مست مے عشقم ہشیار نخواہم شد
من خفتہ معشوقم بیدار نخواہم شد

عشق کی مے پی گیا ہشیار میں ہوتا نہیں یار سے ہم خواب ہوں بیدار میں ہوتا نہیں

اس مراقبہ اور تصور میں مرشد بھی وہی (خدا تعالیٰ) ہے۔

قال لی مخمود الجسم عن اللذات وخمود النفس عن الشهوات وخمود القلب عن الخطرات وخمود الروح عن المحظات وفناء ذالک فی الذات (معناه ظاهر)

"مجھ سے فرمایا دور کرو اپنے جسم سے لذات کو۔ اور نفس کو شہوات سے۔ اور قلب کو خطرات سے اور روح کو لحظات سے اور فنا کر اپنی ذات کو میری ذات میں۔ اس کے معنی ظاہر ہیں۔

غوث کو بتاتا ہے کہ میرے نزدیک اسی طرح سو جاؤ کہ مجھے دیکھو۔ اس نیند کو فقیر اختیار کرتا ہے اور بغیر فقیر کے اس جگہ اور کوئی نہیں پہنچتا۔

قال لی:

یا غوث الاعظم قل لا صحابک من ارادمنکم صحبتی فعلیه باختیار الفقر فاذاتم فقرهم فلاهم الا انا (معناه ظاهر)

مجھ سے فرمایا:

"اے غوث اعظم' اپنے دوستوں سے کہہ دو کہ تم میں سے جو کوئی میری ساتھ داری چاہے تو فقرا اختیار کرے۔ جب ان کا فقر پورا ہو جائے تو وہ نہیں رہتے بجز میرے۔ (معنی ظاہر ہیں)

خدا کی صحبت فقر اختیار کرنے سے

اے غوث اپنے دل اور اپنی روح سے کہہ دو کہ اگر تو میرے ساتھ ہمنشینی چاہے **فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر** (مالک مقتدر کی سچی بیٹھک) والے بھید کے تخت پر۔ تو تمہیں چاہئے کہ فقر اختیار کرو۔ یعنی میرے پر تو کے عکس سے پرہیز کرو جو تمہاری ذات میں ہے اور اپنی ذات کو فدا کردو۔ یعنی میرے ہی محتاج بنو۔ میرے ہم رنگ ہو کر مجھ سے اتحاد ویگانگت کر چکو تو میرے لئے محتاج ہو جاؤ۔ یہاں تک کہ تم "میں" ہو جاؤ۔ بالکل معشوق ہو جاؤ تو فقیر کا فقر پورا ہوگا۔ اس سے زیادہ صاف نہیں کہتا۔ جو میرا مقصود ہے میں کہہ دیتا ہوں۔ پس جب فقیر کا فقر کامل (تمام) ہو جائے تو فقیر کا آئینہ اس سے صاف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس فقر کا نمائندہ یا دکھانے والا میں ہی ہوں۔ **کل شیئی ھالک الاوجھہ** بجز اس کی ذات کے ہر چیز کو فنا ہے۔ یعنی عاشق کی صورت ہلاک و مضمحل ہو جاتی ہے۔ اور جو "وجہ یا صورت" ہے۔ یعنی حقیقت عاشق' اس سے کھینچ لی جا کر عشق کی تجلی ہوتی ہے۔ اب نہ عاشق رہتا ہے۔ نہ معشوق۔ سب کچھ عشق ہی رہ جاتا ہے۔ صورت رہتی ہے نہ معنی **ھو الظاھر ھو الباطن** (وہی ظاہر' وہی باطن) نظر آتا ہے۔ اور ایک میں ہو کر اس کا عیش اللہ کے عیش کی طرح یقیناً ہو جاتا ہے۔

عیشر کعیش اللہ

قال لی:

یا غوث الاعظم طوبی لک ان کنت رئوفا علی بریتی ثم طوبی لک ان کنت غفور البریتی (معناہ ظاھر)

فرمایا:

اے غوث اعظم تیرے لئے طوبیٰ ہے اگر تو میری (مخلوق) پر شفقت کرے اور پھر تیرے لئے طوبیٰ ہے اگر تو میری (مخلوق) کو معاف کرے اس کے معنی ظاہر ہیں۔

قال:

یا غوث الاعظم جعلت فی النفس طریق الزاھدین وجعلت فی القب طریق العارفین وجعلت فی الروح طریق الواقفین وجعلت نفسی محل الاسرار

فرمایا:

"اے غوث اعظم! میں نے نفس کے اندر زاہدوں کے لئے راستہ بنایا ہے اور دل کے اندر عارفین کے لئے راہ بنائی ہے اور روح کے اندر واقفین کے لئے راستہ بنایا ہے۔ اور میں نے اپنے آپ کو بھیدوں کا مقام بنایا ہے"

زاہد' عارف اور واقف کے لیے نفس اور روح میں راستے

زاہدوں کو بتاتا ہے کہ میں نفس میں سے زاہدوں کے لیے راستہ بنا دیا ہے۔ بموجب آیت شریف "تمہارے نفسوں میں ہوں کیا تم نہیں دیکھتے" ایسا راستہ کہ جس سے خدا تک پہنچتے ہیں۔ اور اس میں اپنے آپ کو دکھاتا ہے۔ زاہد کو چاہیے کہ اس نفس سے گذر جائے مراد جسم ہے اور جسم سے اندرونی جسم مراد ہے جو تیری ہی صورت کا ہے۔ یہ بھی انسان ہی کی طرح ایک مخلوق ہے۔ مگر انسان تیرے نفس ہی کی حقیت ہے سنو:

ان فی جسد ابن ادم خلقا من خلق اللّٰہ تعالی کھیئۃ الناس الناس ولیس بالناس

"ابن آدم کے جسم میں ایک خلق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہیئت میں پیدا کیا ہے۔ دراصل وہ انسان نہیں ہے"

نفس یہ ظاہری تن نہیں ہے' جس کو جسم کہتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے کہ **جسم الانسان لَیْسَ نفسہ** (انسان کا جسم ہی اس کا نفس نہیں ہے) ان کو الگ الگ بیان کیا گیا ہے۔ میں تو جسم اور نفس میں کوئی فرق نہیں پاتا۔

میں نے دل میں عارفوں کے لیے راہ بنائی ہے۔ یعنی عارف کا دل میرا آئینہ ہے:

وجعلت فی القلب طریق العارفین "میری دو انگلیوں کے درمیان عارفوں کے لیے ان کے دل میں سے میں نے راستہ بنایا ہے" یعنی عارف کو خود اس کے دل میں اس (خدا) نے خود کو دکھایا ہے **اذا نظر فیھا تجلی ربہ** (جب اس میں دیکھو تو اس کا رب تجلی کرتا ہے) اس دل سے مشاہدہ کرنے والا عاشق مراد ہے۔ کیونکہ جلال وجمال کی کسوت وصورت میں وہی ہے۔ کبھی اپنے جلال کو دیکھنے والے کے ذات کے آئینہ میں دکھاتا ہے

اور کبھی جمال کی تجلی کرتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ **قلب المومن عرش اللہ** مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔ اور اسی طرح اللہ کا گھر اور اللہ کا آئینہ اور اللہ کا حرم ہے۔ آنحضرت ﷺ سے کسی نے پوچھا کہ اے رسول اللہ ﷺ خدا کہاں ہے تو فرمایا کہ مومنوں کے قلب میں۔ تو نے تو اپنے نفس ہی کو نہیں پہچانا اس کے دل کو کیونکر پہچان سکتا ہے۔

خبر از کاف کفر خود نہ داری حقائق ہائے ایماں راچہ دانی
اپنے کاف کفر کی تجھ کو خبراب تک نہیں تو حقائق ہائے ایماں کو بھلا کیا جانتا

وجعلت فی الروح طریق الواقفین میں نے روح میں سے اسرار الٰہی کے واقفوں کے لئے راہ بنائی ہے۔ یعنی روح محمد ﷺ کی واقف ہے اس لیے تمام واقفوں کی انتہا محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ جب تک صورت محمدی ﷺ کا لباس نہ پہنو تو حضرت صمدیت (خداوند کے دربار) میں تمہیں جگہ نہ مل سکے گی۔ یعنی روح محمد ﷺ کے آئینہ میں دیکھو تو مجھے دیکھ سکو۔ کیونکہ احمد تو احد ہی کی صورت میں ہے اور احمد کے معنی ہی احد ہیں۔ آیہ پاک

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (القرآن)
"جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی"
ومن دانی فقد رای اللہ
اور جس نے مجھے دیکھا تو اس نے اللہ کو دیکھا

یہ بات واقفین جانتے ہیں اور عارفین پہچانتے ہیں اور کھوئے ہوئے لوگ پاتے ہیں۔ میوہ کا نقش اور قالب کا نقش (جسم ظاہری) روح کی صورت کو کیا جانے اور اس کو کیا پہچانے۔

تو نقشی نقشبنداں راچہ دانی تو شکلی پیکر جاں راچہ دانی۔
نقش ہے تو خود نہ جانے نقشبندی کو کبھی شکل ہے تو پیکر جاں کو بھلا کیا جانتا

اللہ اللہ، نہ جسم جسم کو جانتا ہے، نہ جان جان کو جانتی ہے کہ کیا ہے اور کون ہے۔

نہ جاں را خود خبر است کہ جاں چیست
نہ تن را از تن آگاہی کہ تن کیست

نہ جاں کہ خود خبر ہے کہ جاں کیا شے ہے   نہ جسم جسم کو جانے کہ جسم کیا شے ہے

زاہد' ملکوتی کو کہتے ہیں' عارف' جبروتی کو کہتے ہیں اور واقف لاہوتی کو کہتے ہیں۔ مگر ہمارا مقصود تو اس جگہ ہے سنو: **وجعلت نفسی محل الاسرار** (کہ میں نے اپنے نفس کو بھیدوں کا مقام بنایا ہے) یعنی اپنی ذات کے مقام کو' یا میری ذات کے تخت کو بھیدوں اور اسرار کا مقام بنایا ہے۔ یعنی میرے بھیدوں کا مقام تیری روح ہے۔ تیری روح میری صورت ہے اور تیری روح کا معنی میں ہی ہوں۔ جو تیری روح کی کسوت وصورت میں ظاہر ہوا ہوں (انسان میرا بھید ہے۔ اور میں اس کا بھید ہوں) **الانسان سری وانا سرہ**

سریست دریں صورت زیبائش نہانی   گر روے نماید بخدائی کند اقرار

اس صورت زیبا میں ہے ایک بھید چھپا سا   ہو جائے وہ ظاہر تو خدا کہنے لگے تو

قال:

یا غوث الاعظم قل لاصحابک اغتنموا دعوة الفقرا فانھم عندی وانا عندھم (معناہ ظاھر)

فرمایا:

اے غوث اعظم، اپنے دوستوں سے کہو کہ فقیروں کی دعا کو غنیمت جانو کیونکہ وہ میرے نزدیک ہیں۔ اور میں ان کے نزدیک ہوں۔ (اس کے معنی صاف ہیں) البتہ فقیروں سے مراد امت محمد ﷺ کے فقراء ہیں جن کو تم اولیاء کہتے ہو کہ ان کی دعائیں مقبول ہیں کیونکہ وہ رب العالمین کے محبوب ہیں۔

قال:

یا غوث الاعظم انا ماوی کل شیی ومسکنة ومنظرہ والی المصیر (معناہ ظاھر)

فرمایا:

اے غوث اعظم میں ہر چیز کا ماوی (جائے پناہ) ہوں۔ اس کے رہنے کی جگہ ہوں اور اس کا منظر ہوں اور ہر چیز میری طرف ہی پلٹنے والی ہے اس کے معنی ظاہر ہیں۔

دیدار بلاواسطہ

نصیحت فرمائی ہے غوث پاک کو کہ مازاغ البصر وما طغی (نہ جھپکنے والی اور نہ غلط بتانے والی آنکھ) کا مذہب اختیار کرے تاکہ مجھے دیکھے اور اس مقام پر جائے جس کے متعلق کہا گیا ہے (آیہ شریفہ)

ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی

"پھر اتنا قریب ہوا اور جھک گیا جیسے دو کمانوں کا فاصلہ بلکہ اس سے بھی کم"

یعنی محمد ﷺ کے طفیل سے کہ تو بھی انہیں محمد ﷺ سے ہے۔ اپنے جلال وجمال کو دیکھ کر میری ذات کا منتظر رہ۔ تاکہ مجھے بے حجاب جمال وجلال دیکھ لے۔ یہ بات بھی ظاہر ہے۔

قال:

یا غوث الاعظم اهل الجنة مشغولون بالجنة واهل النار مشغولون بی۔

فرمایا:

اے غوث اعظم، اہل جنت جنت سے مشغول ہیں اور اہل دوزخ مجھ سے مشغول ہیں۔

دوزخیوں اور جنتیوں کے مشغلے

اے غوث جنتی لوگ جنت سے مشغول ہیں اور ہوں گے یعنی حور' محل' شہد' دودھ وغیرہ میں مشغول ہیں اور اہل دوزخ مجھے یاد کرتے ہیں۔ دشواری' تکالیف اور فراق بہشت کی وجہ سے۔ اس مشغولی کا مطلب "یاد کرنا" ہے واضح ہو گا کہ اس جگہ بہشتی کون ہے۔ وہ جو خدائے عزوجل کے پرتو کا عکس خود میں دیکھے۔ اس سے مشغول ہو۔ اور اس کا ہمرنگ ہو کر سمجھتا ہے کہ میں بالکل سب معشوق ہو گیا ہوں۔ لیکن وہ جو اپنے معشوق کی صورت سے مشغول ہو تو (ابھی اس سے) معشوق بہت دور ہے مجنوں بھی اگرچہ کہتا تھا کہ میں لیلیٰ ہوں مگر لیلیٰ دور ہی تھی۔ دوزخی اور قیدی کون ہے؟ وہ جو بغیر اپنے پردہ کے اس کو دیکھتا ہے اور یگانگت کے لئے محتاج ہے۔ وہ سوز و نیاز' عجز و انکساری اور نیاز مندی ہے۔ "فقر کو فخر" سمجھ کو اس کا اپنا امام بنایا ہے۔ اسی خدائے تعالیٰ سے مشغول ہے۔ یہ نیاز میں' وہ ناز میں' یہ افتقاد (یعنی مانگنے) میں وہ استغناء (یعنی بے پروائی میں) یہ ذلت کی زمین میں وہ بڑائی کے آسمان میں' دن رات میں ستر مرتبہ اپنی جان اس کے لیے دیتا ہے۔ بلکہ ہر وقت جاں گداز رہتا ہے یا کڑھتا رہتا ہے اور وہ نازنین ناز ہی میں رہتا ہے۔

مرا در ہر زمانے جاں گدازے ہنوز آں نازنین در ناز نازے

جاں گدازی میری قسمت ہر گھڑی نازو بازی میں ہے اب تک نازنیں

یہ لوگ خدا کے ساتھ مشغول ہیں۔ اگرچہ فراق کے قید خانہ اور اشتیاق کی آگ میں ہیں۔

قال:

یا غوث الاعظم اھل الجنة تیعوذون من النعیم کاھل النار تعیوذون من الجحیم یا غوث الاعظم من شغل بسوائی کان بصاحبه فی النار یوم القیامة

فرمایا:

اے غوث اعظم جنتی جنت سے پناہ مانگتے ہیں جس طرح دوزخی دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اے غوث جو میرے سوا کسی اور سے مشغول ہوگا وہ قیامت کے دن اپنے اس ساتھی کے ساتھ دوزخ میں ہوگا۔ اس کے معنی ظاہر ہیں۔
یہ سویٰ' تیری روح ہے یا اس کے پرتو کا عکس ہے۔ پس قیامت کے دن آگ والے کو بھی اتحاد اور وصال سے علیحدگی رہے گی۔ اس قیامت سے مراد موت ہے۔ من مات فقد قامت قیامته (جو مرگیا اس کے لئے قیامت آگئی)

قال:

یا غوث الاعظم اھل القرب یستغیثون من القرب کاھل البعد یستغیثون من البعد

فرمایا:

اے غوث اعظم' اہل قرب قربت سے بھی فریاد کرتے ہیں۔ جس طرح اہل بعد (دوری والے) دوری سے فریاد کرتے ہیں۔

اہل قرب اور اہل بعد کی فریاد

جس طرح اوپر کہا گیا ہے اہل قرب وہ ہے جو میرے پرتو کا ہمرنگ ہو گیا ہے وہ شخص جو اس پرتو کا عکس رکھتا ہے اس سے فریاد چاہتا ہے تاکہ بلاحجاب مجھ سے وصال ہو جائے اسی طرح دوری والے جب مجھ سے مل جانے کی کوئی تدبیر نہیں پاتے تو وہ قالب اور دنیا کے قید خانے سے فریاد چاہتے ہیں تاکہ اتحاد و وصل کی جنت میں آجائیں۔ **ما فی الجنة احد الا الله** کیونکہ جنت میں بجز خدا کے اور کوئی نہیں۔ یہ خاص لوگوں کی جنت ہے جن کو تم عشاق کہتے ہو۔

قال:

یا غوث الاعظم ما بعد عنی اَحَدَ عن المعاصی وماقرب منی احد من الطاعات (معناہ ظاھر)

فرمایا:

اے غوث اعظم، کوئی شخص گناہ کی وجہ سے مجھ سے دور نہیں ہوتا۔ اور نہ کوئی شخص طاعت کی وجہ سے مجھ سے قریب ہوتا ہے۔ (اس کے معنی ظاہر ہیں)

گنہگار کے لیے دوری اطاعت گزار کے لئے قربت

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ میری عنایت سے ہے نہ نیک عمل کرنے سے میرے نزدیک آسکتا ہے اور نہ گناہ کرنے سے مجھ سے دور جا پڑتا ہے۔ یعنی طاعت کرنے سے اس کو میں جنت میں پہنچاتا ہوں۔ نعمت پاتا ہے مگر نعمت دینے والا کہاں ہے۔ اس طرح گناہ کرنے سے میں اس کو دوزخ میں ڈالتا ہوں مگر مجھ سے دور تو نہیں ہوتا۔ اس کے کردار کے بدلہ میں اس کو میں جلاتا بھی ہوں اور جلاتا بھی ہوں۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

نیکی اور برائی سے باز رہنے کی طاقت اور قوت سوا خدا کے کسی اور کو نہیں

نزدیک کون ہوتا ہے اور دور کس سے جا پڑتا ہے اور کس لئے اور کون دور کرتا ہے ایک ایک میں ہو کر سب کچھ ایک ہی ہے یہ تم معلوم کرلو گے۔

قال:
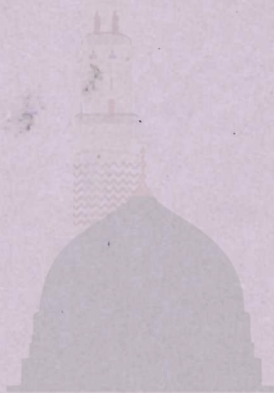
یا غوث الاعظم لو قرب منی احد کان اھل المعاصی لانھم اصحاب العجز والندم قال یا غوث الاعظم العجز منبع الانوار والعجب منبع الظلمات (معناہ ظاھر)

فرمایا:

اے غوث اعظم، مجھ سے اگر کوئی قریب ہے تو وہ گنہگار ہے کیونکہ وہ عاجزی اور ندامت والا ہے۔ فرمایا کہ اے غوث اعظم عاجزی انوار کا سرچشمہ ہے اور خود پسندی تاریکیوں کا۔ اس کے معنی صاف ہیں۔ (اس گناہ سے وہ گناہ مراد ہے جس کو میں بیان کروں گا)۔

قال:

یا غوث الاعظم بشر المذنبین بالفضل والکرم وبشر المعجبین بالعَدَل والنقم

فرمایا:

اے غوث اعظم، گنہگاروں کو فضل اور مہربانی کی خوشخبری دو اور مغروروں کو انصاف اور بدلہ کی۔

گنہگار پر فضل اور مغرور کے ساتھ انصاف

حضرت محمد ﷺ کی امت کے گنہگاروں کو خوش خبری دو جو گنہگار مومنین ہیں' میرے فضل کی۔ بموجب:

ھی امة مذنبة وانا رب غفور

"وہ گنہگار امت ہے میں معاف کرنے والا ہوں"

اور خود پسندوں کو خوشخبری دو یعنی کافر کو میرے انصاف ور میرے انتقام وبدلہ کی' بموجب آیہ شریفہ:

ویل یومئذ للمکذبین (وکذلک) ھذہ جھنم التی کنتم توعدون اصلوھا الیوم بما کنتم تکفرون

اس روز جھٹلانے والوں کے لیے ویل ہے اور افسوس۔ (اور اسی طرح یہ آیہ شریفہ) یہ وہی جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ آج اس میں گر جاؤ کیونکہ تم کفر کرتے تھے۔

لیکن مقصود یہی جگہ ہے کہتا ہوں سنو۔

قال:

یا غوث الاعظم اهل الطاعات یذکرون النعیم و اهل العصیان یذکرون الرّحیم قال یا غوث الاعظم انا اقرب الی العاصی بعد ما فرغ عن المعاصی و انا بعید عن المطیع بعد ما فرغ عن الطاعات

فرمایا:

اے غوث اعظم، اہل طاعت جنت کا ذکر کرتے ہیں اور اہل گناہ رحمت والے کا ذکر کرتے ہیں۔ فرمایا اے غوث اعظم میں گنہگار کے قریب ہوں جب کہ وہ گناہ سے فارغ ہوتا ہے اور میں اطاعت گذار سے دور ہوں، جب کہ وہ اطاعت سے فارغ ہوتا ہے۔ (یہ ظاہر ہے)
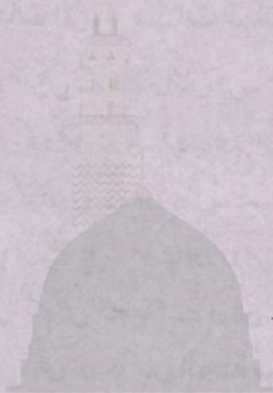
گنہگار سے قربت اور اطاعت گذار سے دوری

اے غوث' میں گنہگاروں سے قریب ہوں یعنی اپنے عاشقوں سے۔ عشق خدا سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں کہ بندہ خدا پر عاشق ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ چھوٹا عشق ہے مگر ایسے گنہگاروں کے لئے خداوند قدوس قریب ہے۔ وہ گناہ سے فارغ ہو کر یعنی عشق کو پورا کر کے مجھ کو آئینہ کی طرح یگانگت کے طور پر دیکھتے ہیں اور میرے دید سے فارغ ہو کر کہتے ہیں:

چوں ہمہ معشوق شدم عاشق کیست
جب کہ سب معشوق ہے تو کون عاشق ہے بھلا

آں شد کہ بدیدار تومی بودم شاد از عشق تو پروائے خودم نیست کنوں
یہ ہو چکا دیدار سے تیرے میں ہوا شاد اب عشق سے تیرے مجھے پروا نہیں اپنی

اس حال میں ایسے گنہگار سے قریب ہوں۔ ان کا ظاہر وہی ہے جو ابرار یا نیک لوگ کرتے ہیں۔ جس کو اگر مقرب کرے تو گناہ ہو جائے۔

حسنات الابرار سیئات المقربین

(بقول) نیکوں کی نیکیاں مقربین کے لئے برائیاں ہیں۔ مقرب سے مراد سوائے عاشق کے نہیں ہے۔ کیونکہ ہمیشہ اس کو دیکھتا ہے بلکہ قریب اور ہمرنگ ہو جاتا ہے۔

اے غوث' میں اطاعت گذاروں سے دور ہوں۔ جب کہ وہ اطاعت سے فارغ ہو جائیں۔ یعنی جب فرمانبرداری کر چکتے ہیں۔ موت اور دوسرے مقابلوں سے فراغت پا کر ان کو جنت الماوی اور فردوس نعیم میں بھیجا جاتا ہے وہ ان نعمتوں سے' حور و محلات سے مشغول ہو جاتے ہیں۔ پھر میں کہاں اور وہ کہاں **الجنة سبحن العارفين** (جنت تو عارفین کا قید خانہ ہے) اگرچہ میں امکاں اور پردہ نورانی سے اپنے جمال اور عظمت و کبریائی کو دکھاتا ہوں۔

اس کے دوسرے معنی، میں گنہگاروں سے قریب ہوں یعنی جو وصال اور یکسانگی کے بعد اگر عبودیت یا بندہ پن کو زیادہ سمجھے تو یہ بڑا گناہ ہے۔ بموجب فرمان سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ میرے اور تیرے درمیان بجز اس کے کوئی پردہ نہیں کہ میں نے عبودیت اور بندہ پن کو اختیار کیا۔ بات یہ ہے کہ اس گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان گنہگاروں کے قریب ہے۔ کیونکہ گناہ خود ایک کنجی ہے۔

اس کے تیسرے معنی۔ جب کہ معشوق کی فرمانبرداری عاشق نہ کرے تو وہ گناہ ہے۔ یعنی خدا عاشق ہے اور اولیاء گنہگاران امت محمد ﷺ معشوق ہیں۔ یہ گناہ ایک ایسا کرشمہ اور ناز ہے جس کو عاشق لوگ جانتے ہیں۔ یہ اولیاء جو معشوقیت کے مقام میں آئے ہیں اور تھے، وہ بوجہ صفت اور یک ذات ہونے سے بالکل وہی (ہو چکے) ہیں۔ اس مقام پر ان کو عاشق کہا جاتا ہے۔

تم نے نہیں سنا کہ اس سرفراز عاشق نے ناز کے ساتھ اپنے ہمراز گیسو دراز جعفر ثانی محمد حسینی سے اس معاملہ میں بتایا کہ عاشق و معشوق اور محب و محبوب کے درمیان ایک حالت ہوتی ہے جس کے سبب معشوق و محبوب وصل کی جستجو کرتا ہے۔ عاشق ناز اور کرشمہ کرتا ہے۔ بلکہ اعراض و اغماض کرتا ہے۔

ہجراں خواہم منما وصل نخواہم

ترا ہجر چاہوں نہ چاہوں وصال

اس کے چوتھے معنی **انا اقرب الی العاصی** (میں گنہگار سے قریب ہوں) جس طرح زلیخا کہتی تھی کہ اگرچہ یوسف میرا حکم نہیں مانتے۔ پھر بھی میں یوسف کے بالکل نزدیک ہوں۔ کیونکہ میں عاشق ہوں اور وہ معشوق اس لیے معشوق عاشق کی بندشوں میں نہیں آتا۔ زلیخا کی کئی لونڈیاں تھیں۔ مگر یوسفؑ کی خدمت وہ خود کرتی تھی۔ عشق کی وجہ سے اسی طرح محمود غزنوی کے کئی غلام تھے مگر وہ جب ایاز پر فدا ہوا تو خود ایاز کا غلام ہو گیا۔ اے دوست، عشق نے اس کو غلامانہ صفت دی۔ ورنہ محمود تو دراصل غلام نہ تھا۔ یہ عشق کا بھید ہے۔ ایاز نے کہا کہ کوئی خوبی مجھ میں ایسی نہ تھی کہ مجھے تخت پر بٹھائے۔

اس وقت خود تخت کے نیچے بیٹھتا اور کہتا تھا کہ اے وہ شخص کہ میرے ذات کے عشق نے تجھ سے مراد پائی اور اے وہ شخص کہ میرے وجود نے تیرے وجود سے زیبائی پائی یعنی میں تجھ سے اور تو مجھ سے ہے۔ اے دوست ایاز کی طرح محمود کو اور یوسف کی طرح زلیخا کو اور دوست کی طرح دوست کو جان۔ فرمایا رب نے:

لولاک لما خلقت الافلاک لولاک لما خلقت الکونین لولاک لما اظهرت الربوبیة وکذلک انا انت وانت انا وکذلک کلهم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاک یا محمد وکذلک افدیت ملکی علیک یا محمد۔

اگر میں تم کو پیدا نہ کرتا تو آسمانوں کو کو پیدا نہ کرتا۔ کونین کو پیدا نہ کرتا۔ ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔ اس لئے کہ میں تم اور تم میں ہوں۔ چنانچہ یہ سب میری رضامندی ڈھونڈتے ہیں اور اے محمد ﷺ میں تمہاری رضا چاہتا ہوں اس لئے اے محمد ﷺ میں نے اپنی املاک تم پر فدا کردی۔

اس کے پانچویں معنی **ان اللہ قریب الی العبد** ہیں۔ گناہ احمد ﷺ سے مراد عشق احمد ﷺ ہے۔

انا بعید عن المطیع اذ فرغ من الطاعات "میں اطاعت گذار سے دور ہوں۔ جب کہ وہ اطاعت سے فارغ ہو جائے۔" اس گنہگار سے مراد احمد مرسل ﷺ ہیں اور اطاعت گذار سے ابلیس مراد ہے۔ کیونکہ جواں مرد تو یہی دو ہیں۔ باقی کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح منصور مغفور نے فرمایا "کسی نے جوانمردی کی تکمیل نہیں کہ۔ بجز محمد مصطفیٰ ﷺ احمد مجتبیٰ ﷺ کے اور بجز ابلیس لعنت اللہ علیہ کے" جس طرح بظاہر میں اور ہر شخص یہ جانتا ہے کہ خدا نے اس سے کہا کہ آدم ؑ کو سجدہ کر لیکن باطن میں جس طرح کہ یوسف کا معاملہ ہوا کہ نافرمانی کی ۔ فرمایا کہ تو اس کو سجدہ نہ کر جس کو میں

نے مٹی سے پیدا کیا۔ **ولا تسجد لغیری** اور نہ میرے غیر کو سجدہ کر۔ بے چارے نے اس حکم کے آگے سر جھکایا تو اس پر قہر وملامت کی مار ہوئی۔ اس بے چارہ کو یہ تعجب ہوا کہ اس (خدا) نے جو کچھ کہا میں نے کہا' پھر مجھے کیوں راندہ اور نکال دیا گیا۔ اس زیادتی کو تو دیکھو جو مجھ غریب پر کی گئی۔ خود ہی کہتا ہے خود ہی راند تا یا نکال دیتا ہے۔ علماء زمانہ کیا جانیں۔

قال:
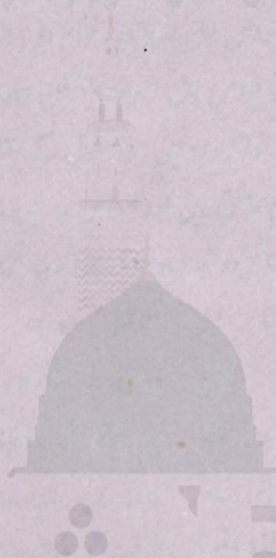
یا غوث الاعظم خلقت العوام فلم یطیقوا انوار ربهم فجعلت بینی وبینهم حجاب ظلمة وخلقت الخواص فلم یطیقوا مجاورتی فجعلت الانوار بینی وبینهم حجابا۔ (معناہ ظاهر)

فرمایا:

اے غوث اعظم' میں نے عوام کو پیدا کیا۔ وہ انوار رب (کو برداشت کرنے) کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے میں نے ان کے اور اپنے درمیان اندھیرے کا پردہ قائم کر دیا۔ میں نے خواص کو پیدا کیا وہ میری قربت (برداشت کرنے) کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے میں نے اپنے اور ان کے درمیان روشنیوں یا انوار کا پردہ قائم کر دیا۔ (اس کے معنی ظاہر ہیں)۔

عوام اور خواص کے لیے اندھیرے اور روشنی کے پردے

میں نے عوام کو پیدا کیا وہ میرے نور زیبا کے متحمل نہ تھے اس لیے میں نے ان کے اور اپنے درمیان تاریکی کے پردے بنا دیے یعنی

الاخلاق الذمیمة بین العام وبین اللہ حجاب

برے اخلاق اللہ اور عوام کے درمیان پردہ ہیں۔

برائیوں کے شغل میں اتنے ڈوبے ہوتے ہیں کہ سر باہر نہیں نکال سکتے تا کہ پردہ نورانی تک پہنچیں یعنی اچھے اخلاق تک۔ میں نے خواص کو پیدا کیا' وہ میرے قرب کے متحمل نہ ہوئے تو میں نے روشنی کو اپنے اور ان کے بیچ پردہ بنا دیا۔ اے دوست اگر عوام اور خواص کا فرق بیان کروں اور لکھوں تو دفتر چاہیے۔ پھر بھی ایک بات سن لو:

"عوام اہل شریعت ہیں تو خواص اہل طریقت' عوام اہل طریقت ہیں تو خواص اہل حقیقت' عوام اہل حقیقت ہیں تو خواص اہل معرفت' لیکن ہمارا مقصود تو اس سے بھی اونچا ہے۔ کہ عوام عاشق ہیں اور خواص وہ ہیں جو معشوق کے مقام میں ہیں کیونکہ ہر کوئی اس سے بھی اونچا ہے۔ کہ عوام عاشق ہیں اور خواص وہ ہیں جو معشوق کے مقام میں ہیں۔ کیونکہ ہر کوئی اسی کو دیکھ کر عاشق و شیدا ہو جاتا ہے اگرچہ نہیں جانتا"

میل خلق جملہ عالم تا ابد گر شناسند وگرنہ سوئے تست
جز تراچوں دوست نتواں داشتن دوستی دیگراں بربوئے تست

سب عالم کا میلان روز ابد تک جو جانو تو تیری طرف ہو رہا ہے
سوا تیرے کیا دوستی ہو کسی سے تیری بو پہ ان سے شغف ہو رہا ہے

اینما تولوا فثم وجہ اللہ (تم جس طرف بھی پلٹ جاؤ وہاں اللہ کی ذات ہے)

جس کسی سے بھی دوستی کرو حقیقت میں اسی (خدا) سے دوستی ہو گی اور جو کچھ اس کی طرف پلٹے گا اس کی طرف لایا جائے گا۔ معشوق کے مقام کو اولیاء جانتے ہیں۔ ان میں سے ایک سیدنا حضرت غوث اعظمؒ ہیں۔ جو معشوقیت کا مقام رکھتے تھے۔ اور اب بے شک یقیناً ان غوثؒ کو خدا معشوقیت کے مقام سے مجرد عشق کے مقام پر پہنچانا چاہتا ہے۔ جس کے لیے یہ نصیحت کرتا ہے۔

قال:

یا غوث الاعظم قل لا صحابک من ارادمنکم ان یصل الی علیه الخروج من کل شئی سوای

فرمایا:

اے غوث اعظم، اپنے دوستوں سے کہہ دو کہ تم میں سے جو کوئی مجھ سے مل جانا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ میرے سوا ہر چیز سے نکل جائے۔

غیر اللہ سے نکل کر خدا کا وصال

اے غوث کہہ دو اپنے دوستوں سے، یعنی تمہارے دل، تمہاری روح، تمہارے بھید سے کہہ دو کہ اگر مجھ سے واصل ہو جانا چاہو تو تمہیں چاہیئے کہ جو تمہارے اعضاء میرے غیر ہیں اور میری صورت کے مغائر (کچھ اور) ہیں تو ان سے باہر نکل آؤ کیونکہ یہ مقید ہیں اور میں مطلق ہوں۔ شکل وصورت کی بندش میں ایک ظاہر نہیں ہوتا۔ اس لئے مجرد عشق کے مقام پر لانے کے لیے فرماتا ہے کہ اپنے سے اور اپنے اخلاق سے باہر آجاؤ تاکہ مجھ تک پہنچ جاؤ۔ بقول **دع نفسک فتعال** (اپنے نفس کو چھوڑ اور میرے پاس آجا) یعنی جسم کے پنجرے سے باہر آ تو مجھ تک پہنچ جائے۔ شاید غوثؓ کو فنا کے مقام سے بقا کے مقام میں لانا چاہتا ہے اس لئے یہ نصیحت ہے۔

قال:

یا غوث الاعظم اخرج عن عتبة الدنیا تصل الی الاخرة واخرج عن عقبة الاخرہ تصل الی۔ یا غوث الاعظم اخرج عن القلوب فالا رواح ثم اخرج عن الامر والحکم تصل الیٰ۔

فرمایا:

اے غوث اعظم، دنیا کی گھاٹی سے نکل جاؤ تاکہ آخرت سے مل جاؤ اور آخرت کی گھاٹی سے نکل جاؤ تاکہ مجھ سے مل جاؤ۔ اے غوث اعظم، دلوں سے اور ارواح سے باہر نکل آؤ پھر امر اور حکم سے بھی باہر نکل آؤ۔ تاکہ مجھ سے مل لو۔ اس کے معنی ظاہر ہیں۔
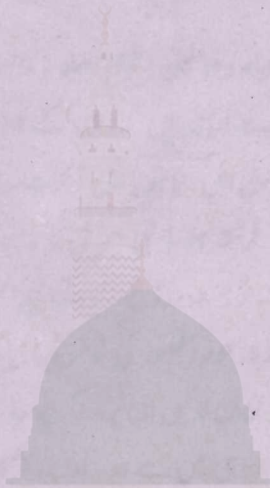
دلوں اور ارواح سے نکل کر خدا کا وصال

ناسوت، ملکوت وجبروت، بہشت ودوزخ اور کفرو اسلام سے باہر ہو جاؤ۔ یعنی جو کوئی نام خدا کے سوا (کچھ اور) ہے اس سے باہر آجاؤ۔ یعنی سب سے آنکھیں بند کر لو مازاغ البصر وما طغی اور نہ جھپکنے والی، نہ غلط بتانے والی آنکھ کا مذہب اختیار کرو، میرے لیے یعنی میرے ہمرنگ ہو جاؤ۔ تخلقوا باخلاقی میرے اخلاق اپنے میں سمو لو۔ اور میرے اوصاف سے متصف ہو جاؤ۔ اس کے بعد کیا ہوگا، معلوم ہو جائے گا۔ کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ تمہارے ساتھ خدا نے کیا کیا۔ جواب دیا کہ مجھے قدس کی جنت میں داخل کیا اور اپنے ذات سے مجھ سے مخاطب ہوا اور مجھ پر اپنے صفات ظاہر کر دیے۔

مافعل اللہ بک قال ادخلنی ربی جنة القدس یخاطبنی بذاتہ ویکاشفنی بصفاتہ
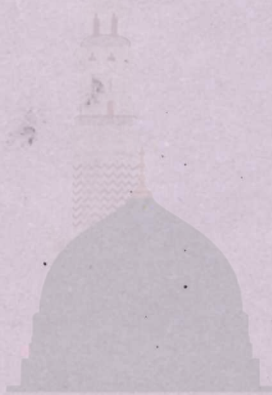
قال:

یا غوث الاعظم لی عبادا سوی الانبیاء والمرسلین لا یطلع علی احوالھم احد من اھل الدنیا ولا احد من اھل الاخرة ولا احد من اھل الجنة والا احد من اھل النار ولا ملک مقرب ولا نبی مرسل ولا رضوان وما خلقتھم للجنة ولا للنار ولا للثواب ولا للعقاب ولا للحور ولا للقصور فطوبی لمن امن بھم وان لم یعرفـم یا غوث الاعظم انت منـم وھم اصحاب البقاء المحترقون بنور اللقاء ومن علاماتھم فی الدنیا اجسامھم محترقة من قلة الطعام والشراب ونفوسھم محترقة عن اللحظات وھم اصحاب البقاء المحترقون بنور البقاء۔

فرمایا:

اے غوث اعظم' انبیاء و مرسلین (علیہم الصلوۃ والسلام) کے علاوہ میرے (بعض) بندے ایسے ہیں کہ ان کے احوال سے کوئی واقف نہیں۔ خواہ کوئی اہل دنیا ہو یا اہل آخرت۔ اہل جنت ہو یا اہل دوزخ' مقرب فرشتہ ہو یا نبی مرسل یا رضوان۔ وہ ایسے بندے ہیں جن کو نہ تو جنت دوزخ کے لیے پیدا کیا گیا نہ ثواب وعذاب کی خاطر اور نہ حور وقصور کی خاطر پیدا کیا گیا۔ پس خوشی ہے ان کے لیے جو ایمان لائیں ان پر۔ اگرچہ وہ پہچانے نہیں۔ اے غوث اعظم تم ان ہی میں سے ہو۔ اور وہ اصحاب بقا ہیں جو نور بقا سے جل رہے ہیں۔ دنیا میں ان کی علامت یہ ہے کہ ان کے جسم کم کھانے' کم پینے کی وجہ سے جلتے ہیں۔ ان کے نفس

شہوانیات (کے پرہیز) سے جلتے ہیں اور ان کے دل خطرات سے احتراز جلتے ہیں۔ ان کی ارواح لحظات سے جلتی ہیں۔ وہ اصحاب بقا ہیں۔ جو بقاء کے نور سے جلتے ہیں۔

اصحاب بقا اور دیدار نور

ان کی تعریف خود بیان کرتا ہے اس کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا ہم ان کی تعریف کرنے سے اور ان کی پہچان سے قاصر و عاجز ہیں ان کے دیدار کے لیے ہم مشتاق ہیں۔ وہ خدا سے ایسے ملے ہوئے ہیں جیسے ؎

با دوست یکے اند چو جاں در تن مردم
گر نیک بہ بینی بحقیقت تو ہمانند
دوست سے ایسے ملے ہیں جیسے تن میں جان ہے
غور سے دیکھو تو جانو فی الحقیقت ہیں وہی

یہ لوگ اللہ کے ناموں اور صفات سے ظاہر ہیں۔ ان کی نشانی خود اسی نے بتلا دی ہے میں اس سے بڑھ کر کیا کہوں۔ عالم زیر و زبر (نیچے اوپر) ہو جائے گا۔

قال:

یا غوث الاعظم اذا جآک العطشان فی یوم شدید الحروانت صاحب الماء البارد ولیس للک حاجة الماء فلو کنت تمنعة فانت ابخل الابخلین فکیف امنعھم رحمتی وانا شھدت علی نفسی بانی ارحم الراحمین۔

فرمایا:

اے غوث اعظم جب تمہارے پاس پیاسے لوگ آئیں ایسے دن کہ شدید گرمی ہو اور تمہارے پاس ٹھنڈا پانی ہو۔ اور تم کو پانی کی ضرورت نہ ہو تو اگر تم نے (یہ پانی دینے سے۹ انکار کیا تو تم سب بخیلوں سے بڑھ کر بخیل ہو گے۔ لہٰذا ان کو میں اپنی رحمت سے کس طرح باز رکھوں گا درحالیکہ میں نے اپنی نسبت گواہی دی ہے کہ میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہوں۔

ٹھنڈے پانی کے پیاسے

اس سے میرا جو مقصود ہے، کہتا ہوں، گوش جان سے سنو۔ حکم دیتا ہے غوث کو کہ جب تمہارے پاس میرے دیدار کے پیاسے آئیں وہ جنہوں نے روح کو میری دید کے لیے پیاسا بنا رکھا ہے۔ یعنی انوار جلال وجمال اور کشف غیب سے اپنے روح کی آنکھ بند کر رکھی ہو۔ وہ جنہوں نے میرا مراقبہ کیا ہو اور میرے لقا یا ملنے کے منتظر ہوں اور وہ جو فرقت کے قید خانہ میں ہوں مگر مجھ سے نہ مل سکتے ہوں بلکہ انتہائی پیاس کی وجہ سے تمہارے پاس وصل کی شراب پینے آئے ہوں کیونکہ تم ٹھنڈے پانی والے ہو۔ (تو ان کی مقصد براری کرو) ٹھنڈے پانی سے مراد کلام اللہ کی شراب والا آب حیات ہے۔ بلکہ لقائے خداوندی کا جمال مراد ہے۔ اے غوث اعظم ہم نے تمہیں ایسا بنایا ہے کہ آنکھ جھپکنے میں طالب کو مجھ تک پہنچا سکتے ہو تو میرے طالبوں کو واصل حق کردو۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح بنو۔ بقول:

یا دائود اذارایت لی طالبا فکن له خادمه

"اے داؤد جب تم میرے طالب کو دیکھو تو اس کے خادم بن جاؤ"

تم کو اگرچہ وصل کی حاجت نہیں کیونکہ فراق ووصال (کی منزل) سے تم بالاتر ہو اور تمہارا معاملہ اتنا بلند ہو چکا ہے کہ میرے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ پس اگر تم نے طالب کو میری طلب سے منع کیا، یعنی اس کو شراب نہ پلائی تو تم سب سے بڑھ کر بخیل ہو جاؤ گے تم میں جو کچھ ہے وہ طالبوں کو بتاؤ۔ جس طرح کہ اس عاشق سرفراز، باناز بے انباز بے نیاز، ہمراز گیسو دراز کو فرمایا

در چشم من در آید دور دور نگرید
آجا میری آنکھوں میں اور اس میں ذرا دیکھ

تم بھی ان پر توجہ ڈالو تا کہ وہ تمہارے ہمرنگ ہو جائیں اور اس چیز سے جو تم میں ہے۔ عاشقوں کے حق میں فرمایا **کیف امنعھم رحمتی** (میری رحمت سے کیونکر منع کروں) عاشقوں کو میرا جمال دیکھنے سے کیوں روکوں۔

شھدت علی نفسی بانی ارحم الراحمین

درحالیکہ میں نے گواہی دی اپنے نفس پر کہ میں ارحم الراحمین ہوں

اس بات کی گواہی کہ میں رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہوں۔ رحم کرنے والوں سے مراد اولیاء اللہ ہیں یعنی میرے اولیاء میری رحمت کی صفت سے متصف ہیں۔ میری نعمت کو، میری خلعت کو، بلکہ میرے معنی کو، اپنی جان میں سمو لیتے ہیں۔ میں ان سب سے بڑھ کر رحم والا ہوں۔ یعنی وہ جو کچھ کرتے ہیں میرے طفیل سے کرتے ہیں اور جو کچھ میں کرتا ہوں میں کرتا ہوں۔ مرید اپنے پیر کی روح سے ایک نصیب یا حصہ پاتے ہیں اور میرے عاشق میری ذات میں سے نصیب وحصہ پاتے ہیں۔ وہ کہاں اور میں کہاں۔ اپنے آپ سے اپنے لئے ہوں۔ وہ میرے لئے مجھ تک پہنچے ہوئے ہیں۔ کیونکہ میں ارحم الراحمین ہوں۔ آیہ شریف۔

سنریھم ایاتنا فی الافاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انه الحق الا انھم فی مریة من لقاء ربھم

ہم ان کو قریب میں اپنی نشانیاں بتاتے ہیں جو آفاق میں ہیں اور ان کے نفسوں میں ہیں۔ یہاں تک کہ ان پر حقیقت وحق ظاہر ہو جائے۔ آگاہ رہو یقیناً وہ اپنے رب کی ملاقات میں شبہ رکھتے ہیں۔

یک ذرہ عنایت تو اے بندہ نواز بہتر ز ہزار سالہ تسبیح و نماز
ہزار سال کے ذکر و نماز سے بہتر تری نگہ کا کرشمہ ہے میرے بندہ نواز

قال:

یا غوث الاعظم اھل المعاصی محجوبون بالمعاصی واھل الطاعات بالطاعات ولی وراء ھم قوم اخرون لیس لھم غم المعاصی ولا ھم الطاعات

فرمایا:

اے غوث اعظم گنہگار اپنے گناہ کے باعث مجوب ہیں اور اطاعت گزار اپنی اطاعت سے حجاب میں ہیں۔ اور میرا ایک اور گروہ ہے جو ان سے اوپر ہے جن کو نہ گناہ کا غم ہے نہ طاعت کی فکر۔

پس اے غوث اعظم اس سے ملنے کے لیے پوچھتے ہیں کہ کس طریقہ سے میں تجھ سے مل سکتا ہوں۔ کونسا ملنا بہتر ہے اور تیری طرف زیادہ نزدیک ہے۔

فقلت:

یا ربی ای الصلوۃ اقرب الیک؟ قال الصلوۃ التی لیس فیھا سوای والمصلی غائب عنھا

میں نے کہا:

اے رب کونسی نماز تجھ سے قریب تر ہے۔ جواب ارشاد فرمایا کہ وہ نماز جس میں سوائے میرے اور (کوئی غیر) نہ ہو اور نماز پڑھنے والا اس نماز سے غائب ہو۔

قربت کی نماز اور بہتر روزہ

فرماتا ہے کہ وصال اس کو کہتے ہیں کہ اس میں بجز میرے اور کوئی نہ ہو یعنی عاشق و معشوق کے درمیان وصال میں نہ بہشت ہے نہ دوزخ۔ یعنی نہ پردہ جمال ہوگا نہ پردہ جلال۔ نہ معشوق کی صورت پردہ نہ عاشق کی صورت کا پردہ۔ سب کچھ عشق ہی ہوگا۔

- **العشق ہو الذات فلا یکون مع اللہ غیر اللہ ولا یری اللہ الا اللہ ولا سواہ**

عشق تو اسی کی ذات ہے۔ کیونکہ اللہ کے ساتھ غیر اللہ نہیں ہوتا اور اللہ نہیں دیکھتا سوا اللہ کے اور نہیں دیکھتا اپنے غیر کو۔

وہ مقام یہاں حاصل ہوتا ہے۔

ثم قلت ای صوم افضل عندک؟

"پھر میں نے پوچھا کہ کون سا روزہ تیرے نزدیک افضل ہے؟

یعنی اس مذکورہ وصال کے لیے مراقبہ چاہیے یعنی تیرے نزدیک کونسا انتظار بہتر ہے۔ تم نے نہیں سنا۔

الصصوم الغیبة عن رویة مادون اللہ لرویة اللہ

"روزہ کہتے ہیں اللہ کی رویت کے لیے غیر اللہ کی رویت سے غائب ہو جانا۔

یہ بھی ظاہر ہے روزہ رکھو اس کی رویت کے لئے۔ صوم رویت کے متعلق پوچھا جاتا ہے کہ "تیری دید کے لئے جو روزہ رکھتے ہیں وہ کون ہیں؟" تاکہ میں تیری ذات سے افطار کروں۔ بقول (اس کی رویت سے افطار کرو) **صوموا برویة وافطروا برویة** (اس کی رویت سے روزہ رکھو اور اس کی رویت سے افطار کرو)

یہ قول عارفوں کے حق میں ہے جواب ارشاد فرمایا:

قال الصوم الذی لیس فیه سوای و الصائم غائب فیه

"روزہ وہ ہے جس میں میرے سوا (اور کوئی) نہ ہو اور روزہ دار اس میں غائب ہو جائے"

"اللہ رب العزت نے فرمایا' روزہ اسے کہتے ہیں کہ اس میں سوا میرے یا میرے پر تو کے عکس کے (اور کچھ) نہ ہو اور روزہ دار یعنی عاشق میرے عشق کے ظہور میں غائب ہو جائے۔ یعنی میری ذات کے ظہور میں۔ **جاء الحق وزھق الباطل** (حق آگیا اور باطل چلا گیا) کے معنی ہیں۔ **جاء العشق وزھق صورۃ المعشوق و العاشق** عشق آگیا اور معشوق وعاشق کی صورت غائب ہو گئی۔ کیونکہ **المعشوق ھو الصفات والعاشق ھو الاسماء** معشوق اس کی صفات ہیں اور عاشق اس کے اسماء ہیں۔ اور مجرہ عشق کے مقام اسماء وصفات کے عالم سے اونچا ہے۔ جو لوگوں کو سمجھ میں نہیں آتا۔ کیونکہ وہ فراق اور وصال کے حال میں نہیں سماتا"

تعال العشق عن فھم الرجال وعن وصف فراق الوصال

سمجھ سے آدمی کے عشق تو کچھ اور اونچا فراق ووصل کے درجہ سے بالا اس کی منزل ہے

ثم قلت:

یا رب ای عمل افضل عندک قال الاعمال التی لیس فیھا غیری وسوالی من الجنة والنار وصاحبھا غائب عنھا۔

پھر میں نے کہا:

اے رب کونسا عمل تیرے نزدیک بہتر ہے۔ فرمایا کہ وہ اعمال جن میں میرا غیر نہ ہو اور میرے سوا دوزخ وجنت کچھ نہ ہو اور اس عمل کا کرنے والا اس عمل سے غائب ہو یا بے خبر ہو۔

اس سے نیک عمل مراد ہے۔ نیک عمل یہ ہے کہ اس کے لیے اپنی جان اور ہستی سے بھی اٹھ جائے اور ہر روز بشری اخلاق کو بدل دے بلکہ اپنے آپ سے پرہیز کرے۔

سر باز دریں راہ اگر طالب اوی　　در کوے خربات نگنجد سرودستار

اس کا طالب ہے تو اس کی راہ میں سر کو کٹا　　میکدہ میں کس طرح دستار وسر کا ہو گذر

ثم قلت:

یا رب ای البکاء افضل عندک قال الضاحکین

پھر میں نے کہا:

اے رب تیرے پاس کونسا گریہ افضل ہے۔ فرمایا کہ ہنسنے والوں کا رونا۔

رونا

انبیاء علیہم السلام کا رونا' خصوصاً حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کا۔ فرمایا حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے جو مومنین کی ماں ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائم الحزن والبکاء

''حضور ﷺ ہمیشہ حزن وبکاء' رونے اور غم میں رہتے تھے۔

اولیاء کا رونا بھی اس کے نزدیک افضل ہے۔ کیا تم نے یہ بات نہیں سنی:

''ان کے دل ایسا روتے ہیں کہ آسمان و زمین والے اس کو سنتے ہیں''

رونے کے بعد وہ صحیح حال میں آجاتے ہیں۔ وہ بھی اس کے نزدیک افضل ہے۔

ثم قلت:

یا رب ای ضحک افضل عندک؟ قال ضحک الباکین۔

پس میں نے پوچھا:

اے میرے پروردگار تیرے نزدیک کونسی ہنسی بہتر ہے؟ فرمایا کہ رونے والوں کی ہنسی

ہنسنا

فرمایا کہ محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کے فقیر جب خوف سے روتے ہیں اور اس کے اجر یا جزا میں میرا جمال و کمال دیکھتے ہیں کہ جس کے پردہ میں نہ حور ہے نہ محلات' نہ شہد ہے نہ دودھ' مگر تجلی ربہ ضاحکا ان کے رب کی ہنستی ہوئی تجلی) تو اس کی تجلی اور اس کی ہنسی سے ہنستے ہیں۔ ان کا یہ ہنسنا عبادت کی طرح ہے۔

محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ نے اس ہنسی کے متعلق فرمایا کہ:

یا اباذر ضحکھم و مزاجھم تسبیح و نومھم صدقة

"اے اباذر' ان کی ہنسی عبادت ہے' ان کا مزاح (دل لگی) تسبیح اور ان کی نیند صدقہ ہے۔

ان کی ہنسی برا بھید ہے کہ جو لکھا نہیں جا سکتا۔ پھر بھی کہتا ہوں کہ جب حقیقت مجاز میں ظاہر ہو تو ہنسی آتی ہے"

حسن خود از روئے خوباں آشکارا کردہ پس بچشم عاشقاں او راتما باکردہ

چہرہ میں حسینوں کے حسن اپنا دکھایا ہے عشاق کی آنکھوں سے پھر اس کو سراہا ہے

اللہ ہی اللہ ہے' اس کے سوا کوئی نہیں۔ محض دیکھنے کے لیے خود کا حسن خود اپنے حسن پر عاشق ہے۔ نہ کوئی عاشق ہے نہ کوئی معشوق' خود ہی خود اپنے لئے ہے۔

ثم قلت:

یا رب ای توبة افضل عندک؟ قال توبة المعصومین ثم قلت یا رب ای عصمة افضل عندک؟ فقال عصمة التائبین

پھر میں نے پوچھا:

"اے رب، تیرے نزدیک کونسی توبہ افضل ہے؟ جواب دیا کہ بے گناہ بندوں کی توبہ۔ پھر میں نے پوچھا کہ کونسی بے گناہی تیرے نزدیک افضل ہے۔ فرمایا کہ توبہ کرنے والوں کی بے گناہی۔ اس کے معنی ظاہر ہیں کہ توبہ کرنے والا سوائے اللہ کے ہر چیز سے لوٹ آتا ہے۔ پلٹ آتا ہے۔

قال:

یا غوث الاعظم لیس لصاحب العلم عندی سبیل مع العلم الابعد انکارہ لانہ ترک العلم عندہ صار شیطانا

فرمایا:

"اے غوث اعظم، صاحب علم کے لیے میری طرف اس کے علم سے کوئی راستہ نہیں ہے۔ مگر جب کہ وہ اس سے انکار کرے۔ (یعنی اس علم کو بھول جائے) کیونکہ وہ جب علم کو اس کے پاس چھوڑتا ہے تو وہ شیطان ہو جاتا ہے۔

علم

فرمایا کہ اے بڑے فریاد رس غوث۔ سمجھ والے کے نزدیک اس کے لیے کچھ نہیں اور ظاہر بین علم والے کے لیے اس علم ظاہر سے میرے نزدیک کوئی راستہ نہیں ہے۔ جو کہ محض زبان سے کہتا ہے مگر انکار پا اس کے بھول جانے کے بعد۔ جو کوئی یہ کہے کہ تو علم نہیں جانتا اس کو سیکھ لے تو کاش اس علم سے وہ اتنا جان لے کہ وہ یہ جانتا ہے کہ وہ نہیں جانتا۔ حقیقی معشوق سیپی میں ایک موتی ہے۔ یہ سیپی دریائے وحدت میں ہے اور علم کو ساحل کا راستہ نہیں ملتا تو عالم دریائے وحدت کی گہرائی میں کیونکر پہنچے۔ سیپی کے نزدیک کون جائے اور حقیقت کا موتی ان کے ہاتھ کیونکر لگے۔

لانہ لو ترک العلم عندہ صار شنیطانا

"یعنی اس نادانی جہالت سے علم لدنی حاصل ہوتا ہے۔ پھر اگر اس علم کو چھوڑ دے یعنی جو علم لدنی حاصل ہوا ہے اس پر عمل نہ کرے تو مردود پھٹکارا ہوا شیطان ہو جائے۔

جس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام کو علم ظاہر تھا اس علم نے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ جب وہ اس کو بھول گئے اور حضرت خضر کی خدمت گذاری اختیار کی تو دیکھا کہ خضر علم لدنی پر عمل کرتے ہیں۔ موسیٰ صبر نہ کر سکے۔ جس طرح مشہور ہے کہ ہر تینوں موقعوں پر خضرؑ نے فرمایا کہ **انک لن تستطیع معی صبرا** "میرے ساتھ تم تحمل اور صبر نہیں کر سکتے" آخر نتیجہ یہ ہوا کہ **ھذا فراق بینی و بینک** "یہ لو۔ تم میں اور مجھ میں جدائی پیدا ہو گئی۔"

دوسرے معنی: اس علم سے مراد یہ ہے کہ عالم وہ ہے جس پر حق متجلی ہو"

عاشقم برہمہ عالم کہ ہمہ عالم ازدست بجہاں خرم از انم کہ جہاں خرم از دست

عاشق ہوں سب عالم پہ کہ عالم ہے اسی سے دنیا سے یوں خوش ہوں کہ دنیا ہے خوش اس سے

اس علم سے کوئی فائدہ نہیں۔ جب تک کہ عین الیقین سے حق الیقین کے درجہ میں نہ آجاؤ۔ **العالمون محجبون بعلمهم** "عالم اپنے علم کے باعث حجاب میں ہیں" کے معنی یہی ہیں۔ پھر اگر اس علم کو چھوڑ دو' شیطان ہو جاؤ گے۔ یعنی فراق بھگتنا ہوگا اس جگہ مرشد کامل کی ضرورت ہے۔ اس علم کو اگر کوئی ماننے والا ہے تو وہ یا تو شاہد پرست ہوگا یا بت پرست ہوگا' تاکہ خدا پرست ہو جائے۔ کفر کا زنار اسی جگہ ظاہر ہوتا ہے کہ شیطان محض ہو جائے۔ مشہور بات ہے کہ جب تک دوزخ پر سے گذر نہ ہو بہشت تک نہ پہنچے اور جب بہشت پر سے نہ گذرے خدا تک نہ پہنچے۔ عالم جب تک عاشق نہ ہو خدا تک نہ پہنچ سکے' یعنی بغیر عشق کے کوئی خدا تک نہیں پہنچتا۔
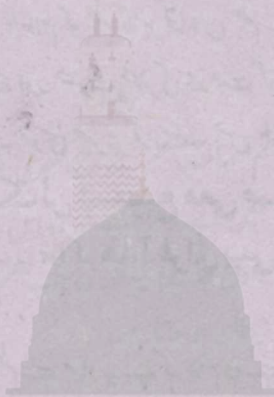
قال الغوث الاعظم:

رایت الرب تعالی فسالت یا رب مامعنی العشق

فقال:

عیش بی وق قلبک عن سوی

فرمایا:

غوث اعظم نے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور سوال کیا کہ اے رب' عشق کے کیا معنی ہیں؟ جواب عطا فرمایا کہ میرے ساتھ رہ' (زندگی گزار) اور اپنے دل کو میرے غیر سے بچا۔

عشق کے معنی

حضرت غوث اعظم محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا کہ میں نے پروردگار کو دیکھا۔ وہ لوگوں کی سمجھ سے اونچا ہے۔ میں نے سوال کیا کہ عشق کیا ہے اور اس کے معنی کیا ہیں۔ فرمایا کہ اے غوث میرے ساتھ زندہ رہ اور اپنے دل کو بچائے رکھ میرے غیر سے، جانتے ہو میں کیا کہتا ہوں۔ جب خدا تعالیٰ اپنے کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو وہ خود اپنے بندے پر عاشق ہو جاتا ہے۔ جس طرح کہ غوث پر ہوا تھا۔ غوث کو معشوقیت کا درجہ حاصل تھا۔ یعنی غوث کو اپنا ہمرنگ اور اپنی ذات سے متصف کیا۔ پھر بندہ کو خود اپنے پر عاشق کرایا جس طرح کہ غوث پر اس سے قبل ایک حالت طاری تھی کہ اپنے عشق میں ان کو شیدا کیا۔ اور س طرح مبتلا کیا کہ وہ سب بھول گئے۔ علم تمام جہل ہو گیا۔ غوث عشق صغیر کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ یہ عشق کس حال میں ہے اور اس کے کیا معنی ہیں۔ جو میں تجھ سے مبتلا ہو گیا ہوں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ تربیت دیتا اور سکھاتا ہے کہ "میرے ساتھ بھی اور اپنا دل میرے سوا سے (یعنی غیر سے) دور رکھ" بشارت دیتا ہے کہ خود کو زندہ جانو۔ **اللھم احیانک** (اے اللہ ہم کو بھی اپنے ساتھ زندہ رکھ)۔ عشق کے یہ معنی ہیں۔

قال:

یا غوث الاعظم اذا عرفت ظاهر العشق فعلیک بلقائک عن العشق لان العشق حجاب بین العاشق والمعشوق

فرمایا:

اے غوث اعظم، جب تم نے ظاہری عشق کو جان لیا تو تم پر لازم ہو گیا کہ بجائے عشق کے مجھ میں فنا ہو جاؤ۔ کیونکہ عشق تو عاشق و معشوق کے مابین حجاب ہے۔
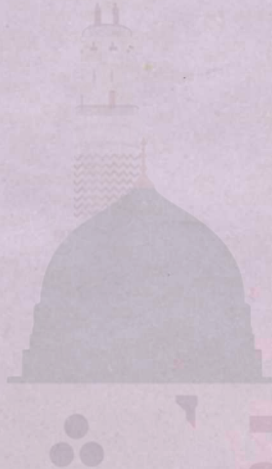
عاشق و معشوق میں عشق کا حجاب

اللہ رب العزت جل مجدہ' حضرت سیدنا غوث الثقلین محی الدین شیخ عبدالقدر جیلانی قدس سرہ سے فرمارہے ہیں کہ اے غوث' جب تم نے پہچان لیا اور دیکھ لیا میری ذات کو اپنے دل اور روح میں کہ وہ تجھ پر شیدا و عاشق ہے تو اس سے بڑھ کر تمہیں یہ چاہیے کہ میری ذات میں فنا ہو جاؤ۔ کیونکہ یہ میری ذات کے پرتو کا عکس ہے۔ پرتو کا یہ عکس میرے اور تیرے درمیان پردہ ہے۔ اس پردے سے نکل پڑنے کی خدائے جل مجدہ غوث اعظم کو ہدایت فرمارہے ہیں۔

قال:

یا غوث الاعظم اذا ارادت توبة فعلیک باخراج اللھم عن النفس ثم باخراج خطرات عن القلب تصل الی والا فانت من المستھزئین

فرمایا:

اے غوث اعظم جب تم نے توبہ کا ارادہ کر لیا تو تم پر لازم ہو گیا کہ نفس کے وسوسوں سے باہر نکل آؤ۔ پھر دل کے خطرات سے باہر نکل جاؤ۔ یہاں تک کہ مجھ سے مل جاؤ۔ وگرنہ تم تو دل لگی کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

غم و خطرات اسے نکل کر توبہ

اے غوث جب تم توبہ چاہتے ہو۔ یعنی پر تو کا جو عکس تم میں ہے اس کو مجھ سے رجوع کرنا چاہتے ہو تو تمہیں چاہیے کہ اپنی ذات کے اندیشہ اور وسوسہ سے نکل پڑو۔ جب تم عاشق ہو چکے اور عشق کو تم نے اپنے میں پوشیدہ رکھا۔ پھر اپنی ذات تکمیل تک پہنچایا' تو تمہیں چاہیے کہ میرے عشق میں مرجاؤ۔ تاکہ تمہارے لئے موت شہادت' اور تم شہید ہو جاؤ۔ میں تمہارا شاہد ہوں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

قال النبی ﷺ من عشق وعف وکتم مات شہیدا

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے عشق کیا اور پاکدامن رہا'
پھر اس کو چھپایا تو گویا وہ شہید ہوا"

دلی خطرات سے بھی باہر آجاؤ۔ یعنی اپنے نفس کو چھوڑ کر میری طرف آجاؤ۔ ورنہ تم محض باتیں بنانے والوں سے ہو جاؤ گے' پھر وہ کون ہے جو تمہارے پاس آئیں گے۔ ہاں ہاں "مخلصین تو بڑے خطرے میں ہوتے ہیں" **والمخلصین علی خطر عظیم**

از خویش بروں آی در دوست درای تا گم نشوی گم شده خویش نیابی
نکل کر آپ سے باہر سرایت دوست میں کرجا نہ جب تک خود کو تو کھوے تو کھوے کو تو کیا پائے

قال:
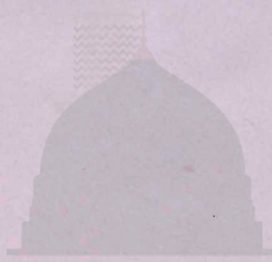
یا غوث الاعظم اذا ارادت ان تدخل فی حرمی فلا تلتفت بالملک ولا بالملکوت والا بالجبورت

فرمایا:

"اے غوث اعظم، جب تم نے ارادہ کیا کہ میرے حرم میں داخل ہو جاؤ تو کوئی توجہ نہ کرو ملک کی طرف، نہ ملکوت کی جانب اور نہ جبروت کی طرف"

خدائی حرم میں داخلہ

غوث اعظم سے اللہ تعالیٰ جو فرماتے ہیں، وہ ان کی تعمیل کرتے ہیں۔ اب وہ (خدا) غوث کو یقیناً مقام اعلیٰ علیین پر پہنچانا چاہتا ہے جو کہ خدا کا حرم ہے۔ اس لئے کہتا ہے کہ اے غوث جب تو میرے حرم میں داخل ہونا چاہتا ہے تو صوفی ہو جا **الصوفی عرش اللہ تعالیٰ فی الارض** کیونکہ صوفی زمین پر خدا کا عرش ہے اور صوفی خدا کے دوست ہیں۔ اور اسی کے دامن تلے ہیں۔ بقول:

الیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری

"میرے دوست میری قبا تلے ہیں، ان کو بجز میرے اور کوئی نہیں جانتا۔"

دوستوں کو سب سے پوشیدہ رکھتا ہے اور عشق کی وجہ سے اپنے پیراہن کے دامن کے نیچے رکھتا ہے جیسے کہ بعض صوفیوں کو رکھا تھا۔ بقول: صوفی حق کی گود میں بچوں کی طرح ہیں" اس مقام پر لانے کے لئے غوث کو نصیحت کرتا ہے کہ ملک، ملکوت اور جبروت سے محبت نہ کرو۔

لان الملک شیطان العالم والملکوت شیطان العارف والجبروت شیطان الواقف فمن رضی بواحد منھا فھو عندی من المطرودین

کیونکہ عالم کا شیطان ملک ہے اور ملکوت شیطان ہے عارف کا۔ اور جبروت شیطان ہے واقف کا جس نے ان میں سے کسی سے رغبت و رضا کی تو وہ میرے نزدیک مردودوں میں سے ہے"

اس کے معنی ظاہر ہیں۔ یہیں سے معلوم ہو کہ سالک جب اس جگہ پہنچے تو مجاہدہ (محنت و مشقت) کرتا رہے تاکہ اس کو دیدار (مشاہدہ) حاصل ہو۔

قال لی:

یا غوث الاعظم المجاھدۃ بحر من مجارا المشاہدۃ فعلیک باختیار المجاھدۃ لان المشاھدۃ بدون المجاھدۃ محال لان المجاھدۃ بذر المشاھدۃ یا غوث الاعظم من حرم عن المجاھدۃ فلا سبیل الی المشاھدۃ۔ یا غوث الاعظم من اختار المجاھدۃ بی لا لغیر فلہ مشاھدتی شاء اوابی یا غوث الاعظم لا بد للطالبین من المجاھدۃ کما لا بدلھم منی۔

خدا نے مجھ سے فرمایا:

"اے غوث اعظم' مجاہدہ' مشاہدہ کے سمندروں میں سے ایک سمندر ہے تمہیں چاہیے کہ مجاہدہ اختیار کرو۔ کیونکہ بغیر مجاہدہ کے مشاہدہ ناممکن ہے مجاہدہ مشاہدہ کا تخم ہے۔ اے غوث اعظم جو مجاہدہ سے محروم رہے۔ اس کو مشاہدہ کا راستہ نہیں ملتا۔ اے غوث اعظم جو مجاہدہ اختیار کرے میرے ساتھ نہ کہ میرے غیر کے ساتھ تو اس کو میرا مشاہدہ یا دیدار ہو جاتا ہے۔ اس کو پسند کرے یا نا پسند کرے۔ اے غوث اعظم طالبین کے لیے مجاہدہ ضروری اور ناگزیر ہے۔ جس طرح کہ ان کے لئے میں ناگزیر اور ضروری ہو"

مجاہدہ و مشاہدہ

اس کے معنی ظاہر ہیں مجاہدہ کی تعریف خود فرماتا ہے' میں کیا کہوں؟ میں جو کچھ کہتا ہوں مجاہدہ اس سے بالاتر ہے کیونکہ مجاہدہ کے بجز مشاہدہ نہیں اور مجاہدہ اولیاء اللہ کی خصوصیت ہے جیسا کہ مشہور ہے۔

قال:

یا غوث الاعظم ان احب العباد الی الله البعد الذی کان له والد وولد وقلبه فارغ منهما لومات له الوالد فلیس له الحزن بفوت الوالد ولومات له الولد فلا یکون له هم الولد فاذا بلغ العبد هذه الدرجة فهو عندی بلا والد ولا ولد ولم یکن له کفوا احد۔ یا غوث الاعظم من لم یذق فنا الولد بمحبتی وفناء المولود بمودتی لم یجدلذة الوحدانیة والفردانیة

فرمایا:

"اے غوث اعظم اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبت والا وہ بندہ ہے جس کے والد ہوں اور اولاد ہو۔ مگر وہ بندہ ان دونوں کی محبت سے (بے تعلق) فارغ ہو۔ پس اگر اس کا والد مرجائے تو اس کو والد کی موت کا غم نہ ہو اور اگر اس کی اولاد مرجائے تو اولاد کی موت کا اس کو غم نہ ہو۔ جب اس درجہ پر بندہ پہنچے تو وہ میرے پاس بلا والد اور بلا اولاد کے ہوگا جس کا کوئی قرابت دار نہیں اے غوث جو شخص میری محبت میں والد کے فنا ہونے کا مزہ نہ چکھے اور میری مودت میں اولاد کی فنا کو محسوس نہ کرے تو اس کے لئے وحدانیت وفردانیت کی لذت نہیں ہے۔

بہترین محبت الٰہی، والد و اولاد سے بے نیازی

والد سے مراد صورت محمد ﷺ اور اولاد سے مراد صورت معشوق ہے۔ جب ان دونوں سے آگے بڑھ جاؤ گے تو خدائے عزوجل کی وحدانیت و فردانیت کی لذت چکھو گے۔ اس وقت معلوم ہو گا کہ کیا کرنا چاہیے۔

قال:

یا غوث الاعظم اذا اردت ان تنظر الی فی محل فاختر قلبا حزنا فارغا عن سوای (فی محل ای فی قلب او فی روح معناه ظاهر)

فرمایا:

"اے غوث اعظم' جب تم ارادہ کرو مجھے دیکھنے کا کسی محل یا مقام میں تو تم ایسا دل اختیار کرو جو درد مند ہو اور میرے غیر سے فارغ ہو۔

اس کے معنی ظاہر ہیں۔ فی محل سے مراد دل یا روح میں' اپنے دل میں میرا درد پیدا کرو۔ انا عند المنکسرۃ قلوبھم ولا جلی (کیونکہ میں ان دلوں میں ہوں جو میرے لئے ٹوٹے ہیں) تو بھی میرے لئے ہمیشہ حزن وبکاء' رنج اور رونے میں مبتلا ہو جا۔

فقلت:

یا رب ماعلم العلم؟ قال یا غوث الاعظم علم العلم هو الجهل عن العلم

میں نے پوچھا:

اے رب علم کا علم کیا ہے۔ فرمایا کہ اے غوث اعظم علم کا علم اس علم سے ناواقف ہو جانا ہے۔

علم کا جاننا

میں نے پوچھا کہ اے میرے پروردگار اس علم کا علم کیا ہے۔ تو جواب فرمایا کہ اس علم سے نادانی ہے۔

العلم نقطة كثرتها فى الجهل

"علم ایک نقطہ ہے جس کی کثرت جہل میں ہے

اس لئے یہ علم کافی ہے کہ:

الله ولا سواه وكان الله ولم يكن معه شيئى وهو الان كما كان فلا يكون مع الله غير الله

"بس اللہ ہی ہے اور اس کا کوئی غیر نہیں۔ اور اللہ ہی تھا۔ اس کے ساتھ اور کوئی چیز نہ تھی۔ وہ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا۔"

(پس اللہ کے ساتھ غیر اللہ نہیں ہوگا) اس علم کی کوئی انتہا نہیں۔ اس لئے نادان وجاہل ہو جا صرف اتنا جان کہ تو یہ جانتا ہے کہ میں نہیں جانتا۔ والسلام

قال:

یا غوث الاعظم طوبی لعبد مال قلبه الی المجاهدة وویل لعبد مال قلبه الی الشهوات

فرمایا:

"اے غوث اعظم، اس بندہ کے لیے خوشی ہے جس کا دل مجاہدہ کی طرف جھک گیا اور اس بندہ کے لیے ویل ہے اور افسوس جس کا دل شہوات کی طرف جھک گیا۔

مجاہدہ و شہوات سے رغبت

اے غوث خوشخبری ہو اس بندہ کو جس کا دل مجاہدات کی طرف مائل ہوتا ہے۔ کیونکہ مجاہدہ' مشاہدہ ہے اور ویل یا دوزخ کی گہرائی اور فراق اس کے لیے ہے جس کا دل شہوات' خود پرستی اور ہوا پرستی کی طرف مائل ہوا۔ کیونکہ خود پرست صرف میلان دل کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ تمام اعضاء کے میلان کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ **القلب رئیس الاعضاء** (دل تمام اعضاء کا رئیس ہے) یا بادشاہ ہے۔ تم نے نہیں سنا کہ:

ان فی جسد ابن ادم لمضغة اذا صلحت صلح سائر الجسد و اذا فدت فد الجسم کله الا و ھی القلب

"ابن آدم کے جسم میں گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے۔ جو اگر درست ہو تو جسم کو درست رکھتا ہے۔ وہ اگر بگڑ جائے تو سارے جسم کو بگاڑ دیتا ہے یہ وہی دل ہے۔

وہ دل جو رحمان کے دو انگلیوں کے بیچ میں ہوتا ہے وہ ذکر ہے جو عرش' بیت اللہ' حرم خدا' آئینہ خدا کا مرتبہ رکھتا ہے۔ جانتے ہو مجاہدہ کرنے والے کے لیے مشاہدہ کا راتب مقرر ہے۔ اولیاء کے علم و معلومات کا تجھے کچھ پتہ ہے جن کو تو مجنوں و دیوانہ کہتا ہے۔ وہی مجنوں جو کہتا ہے کہ میں لیلیٰ ہوں اور لیلیٰ میں ہے۔ منصور۔ مغفور نے فرمایا؎

واین وجھک مغفورنا طوبی فی باطن القلب امر فی باطن العین

تیری صورت کے سبب مغفور کو طوبیٰ ملے
دل کے باطن میں بھی ہوں اور آنکھ کے باطن میں ہوں

ہمارے خواجہ شبلی ازلی محبوب نے فرمایا:

انا اقول و انا اسمع ھل فی الدارین غیری

"میں ہی بولنے والا اور میں ہی سننے والا ہوں کیا دونوں جہان میں

میرا کوئی غیر ہے۔"

سید طائفہ رئیس قوم نے روزہ کی انتہا پر فرمایا **لیس فی جبتی سوی اللہ** (میرے جبہ میں سوائے اللہ کے (اور کوئی) نہیں حسن خرقانی بیابانی نے کہا ہے **انا اقل من ربی بسنتین** (میں اپنے رب سے دو سال چھوٹا ہوں) سید العرفاء، امام الاولیاء نے فرمایا کہ اگر پردے کھل جائیں تو بھی یقین میں زیادتی نہ ہو اور محمد رسول اللہ، محبوب اللہ ﷺ نے جو خدا کے منظور ہیں، فرمایا **من رانی فقد رای اللہ** (جس نے مجھے دیکھا اس نے خدا کو دیکھا) اولاد رسول ﷺ نے جعفر ثانی محمد حسینی مقبول کے بارے میں فرمایا کہ میری آنکھوں میں آئیں اور دیکھیں اور کہیں مجاہدہ کرنے سے جو مشاہدہ ہوتا ہے اس کو حضرت عاشق سرفراز نے اپنے ہمراز دوست گیسو دراز سے کہا اگر وہ لکھوں تو کئی کتابیں ہوں گی۔ پھر بھی ایک بار میں نہیں رکتا۔ اگر تو عشق حقیقی نہیں رکھتا تو عاشق مجازی ہی بن جا۔ عشق کی یہی حقیقت ہے۔ اس کو مجازی پر کیوں محمول کرتے ہو اور کہانی لمبی کرتے ہو۔ اللہ کا جمال دیکھنے والے جو بتاتے ہیں اگر اس کو پڑھو تو معلوم ہو کہ نام کے سوا کچھ فرق نہیں ہے۔

محمد حسینی کو ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ ماشاء اللہ ایسے لمبے چوڑے پانی میں ہوں کہ نہ معلوم کتنا وسیع ہے۔ اس کی گہرائی کمر سے زیادہ نہیں۔ ایک جماعت اس میں سے گذر رہی ہے۔ ان میں ایک میں بھی ہوں۔ ایک لڑکی پندرہ سال کی بھی جا رہی ہے۔ طرفہ یہ کہ ہم سب کمر تک برہنہ ہیں۔ اس لڑکی کا ایسا جمال ہے کہ اس کے پرتو کا عکس سے حور پیدا ہو جائے اور یہ حوز خدائی (کے سوا اور کچھ نہ) دعوی کرے"

ایں جوہر قدسی زکجا آمدہ یا رب	کاوصاف الہیت درد جملہ مرتب
اے خدا یہ جوہر قدسی کہاں سے آگیا	سارے اوصاف الٰہی جس میں پوشیدہ ہوئے
ایں معنی غیب است کہ گشت است مصور	یا روح حقیقی شدہ یا جسم مرکب
غیب کے ان سب معانی کا مصور کون ہے	یا حقیقی روح وہ ہے یا مرکب جسم ہے

اس کے گالوں کا رنگ اس کے قد کی اٹھان، بہترین حسن کی صورت ہے۔ ایک

نوجوان لڑکے نے سے راز کے اشارے کر رہی ہے مجھ میں اور اس میں ایک فرسنگ برابر فاصلہ ہے۔ وہ مجھے خود بلاتی ہے' جیسا کہ دولہا کو دلہن کے پاس نہایت عزت سے لے جاتے ہیں۔ اس طرح اس پانی میں ایک فرسنگ نے مجھے لے جا کر اس کے ساتھ ملا دیا گیا ہے

ازاں خوشتر و ازاں بہتر چہ باشد   کہ ناگہ میر سد یارے بیارے

بھلا کیا بات ہے اور اس سے اچھی   کہ یار اپنے اس یار سے مل گیا

ایک شخص غیب الغیب سے ظاہر ہوا اور مجھ پر کپڑا اس طرح ڈال دیا جیسے کوئی کسی کو لباس پہناتا ہے۔ اس حالت میں میں نے خود اسی جمال اسی حسن اسی لطف کے ساتھ بالکل اس لڑکی کو دیکھا کہ وہ میری عاشق ہے اور میں اس کا عاشق ہوں۔ اس اثناء میں میرے اور اس لڑکی کے درمیان ایک بڑے مرتبہ والا عیسیٰ ظاہر ہوا۔ پکار نے لگا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں۔ ہم دونوں میں سے ہر ایک نے دعویٰ کیا' میں بولا یہ عیسیٰ میرا لڑکا ہے۔ وہ بولی کہ میرا بیٹا ہے۔ عیسیٰ پکارا کرتا اور گڑبڑ کرتا ہر دو سے بیزاری ظاہر کرتا اور کہتا کہ میں نہ اس سے ہوں' نہ اس سے ہوں' میں خود ہی سے ہوں اور خود بخود ہوں۔ اس لڑکی کے یہ کہنے کے بعد کہ عیسیٰ مجھ سے ہے' میں خود کو اس کا عین پاتا ہوں' وہ پانی جو میں نے سراسر (پانی) بتایا ہے وہ بھی میں ہوں۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ کیا کروں جو کوئی محمد حسینی کی اتباع میں چلے اس کو اسی طرح مشاہدہ اور دیدار ہو۔

بحرمت نبی و آل نبی ﷺ

حکایة حن الله تعالٰی من طلبنی وجدنی ای طلبنی بالمجاهدتی وجدنی بالمشاهدة

"اللہ تعالیٰ سے حکایت ہے' جس نے مجھے ڈھونڈا' پا لیا یعنی مجھے مجاہدات کے ذریعے طلب کیا تو میرے (مشاہدہ) دیدار کو پا لیا۔

رایت الرب تعالی ثم سالت عن المعراج

قال لی

یاغوث الاعظم المعراج مازاغ البصر وما طغی

میں نے رب تعالیٰ کو دیکھا تو معراج کے متعلق پوچھا

مجھ سے فرمایا:

اے غوث، معراج وہ ہے جس میں آنکھ نہ جھپکے، نہ غلط دیکھے

معراج

فرمایا غوث پاکؒ نے کہ میں نے رب تعالیٰ کو دیکھا تو معراج کے متعلق اس سے پوچھا اس نے مجھ سے فرمایا کہ اے غوث معراج وہ ہے جس میں آنکھ نہ جھپکے' نہ غلط دیکھے' فرمایا غوث پاکؒ نے کہ میں نے پروردگار کو دیکھا جو سمجھ کی پہنچ سے بالا ہے۔ ہر روز کے معاملات میں' محمد حسینی نے رب العالمین کو نہ جانا نہ پہچانا اور اپنی مراد نہیں پائی تو دوسرے کون ہیں جن کو شمار کیا جائے۔ سنو' عاشق سرفراز نے اپنے ہمراز وگیسو دراز جعفر ثانی محمد حسینی سے علم لدنی اور علمائے ربانی کے متعلق فرمایا کہ میں ایک روز بہار کے موسم میں بازار سے جا رہا تھا۔ ایک مست عورت کو دیکھا کہ بازار کے راستہ میں بیٹھی پان بیچ رہی تھی۔ چند بازی کار نوجوان اس عورت کے گرد تھے جو کہ گورے بدن والی خوش مزاج تیز اور شوخ غمزہ باز' عشوہ ساز' عشق نما' یار پرواز' شیوہ ناک اور چالاک تھی کہ جس کی ہنسی مردوں کو زندہ کر دیتی اور اس کا قہقہہ آزاد کو غلام بناتا۔ لوگ اس کے بعد پھر کسی سے رجوع نہ ہوتے۔ اس کے ہونٹ قاب قوسین کی حکایت کرتے ہیں اور اس کی آنکھیں وھو یدرک الابصار کا پتہ دیتی ہیں۔ اس کے گالوں سے قدوسی اور سبوحی کے انوار چمکتے ہیں۔ اس کے پستان "ربوبیت" کی شان سے ابھرنے کا پتہ دیتے تھے۔ اس کی پیشانی لاھوت کے بدر کا رمز بتاتی ہے اور وہ چند بازی کار نوجوان جو اس کے گردا گرد شوخی کر رہے تھے۔ ہر ایک کہتا کہ میں ہی خواہش مند ہوں اور خواہش مند میں ہی ہوں۔ انا من اھوی ومن اھوی انا

وہ پانی والی ہر ایک سے رنگ آمیزی کرتی اور ان کو جان دینے کے لئے تیار کرتی تھی۔ اس نے مجھے بلایا اپنی طرف' مگر میں کیسے جاتا کہ میں تو مرشد اد (لوگوں کو) خدا کی طرف بلانے والا تھا۔ کچھ دیر ٹھہر کر سوچا اور کچھ دیر اس کی لطیف میٹھی آواز جس کی جانب تمام دل لوٹ جاتے ہوں۔ چند فارسی اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے ؎

آنم کہ ہمہ جہان بفرمان من است   سلطان منم وعشق تو سلطان من است

میں وہ ہوں کہ دنیا ہے مرے تابع فرماں   سلطاں ہوں پر عشق تیرا ہے مرا سلطاں

تو جان منی ہمہ جہاں جان من است   تو آن منی ہمہ جہان آن من است

تو جان میری ہے تو جہاں بھی ہے میری جان   تو آن میری ہے تو جہاں بھی ہے میری آن

لہٰذا اے دوست مشاہدہ کے لیے مجاہدہ کرنا چاہیے تاکہ مرشد کامل کے طفیل سے اس مقام پر پہنچ جائے ورنہ تو کہاں اور یہ بھی کہاں، پانی اور مٹی کہاں۔ یہ رب العالمین والی بات کہاں۔

ثم سالت عن المعراج فقال یا غوث الاعظم
المعراج ھو الخروج عن کل شیی سوای

"پھر میں نے معراج کی بابت پوچھا کہ معراج کیا ہے۔ فرمایا کہ
معراج سوائے میرے ہر چیز سے نکل پڑنا ہے۔

میرے ساتھ معراج یہ ہے کہ تم میرے ہر جلالی جمالی پرتو سے باہر نکل کر میری طرف آجاؤ تو اس مقام پر پہنچ جاؤ گے۔ **واللہ یدعوا الی دار السلام** (اللہ دارالسلام کی طرف بلاتا ہے) خدائے عزوجل اولیاء کو اپنی ذات کی طرف بلاتا ہے۔ جس کی صفت "سلام" ہے اور "سلام" تو اللہ ہی ہے۔ تم نہیں جانتے۔ (خدا نے) **السلام علیک ایھا النبی** (فرمایا کہ اے نبی تم پر سلام ہو) یعنی میری ذات مشتاق ہے تمہارے لئے۔ اے محمد ﷺ کیونکہ تم میرے نور کے نور ہو اور میرے بھید کے بھید ہو۔ **انت نور نوری وسر سری**

ثم قال لی:

یا غوث الاعظم لا صلوۃ لمن لا معراج عندی یا غوث الاعظم المحروم عن الصلوۃ هو المحروم عن المعراج عندی

پھر خدا نے مجھ سے فرمایا:

"اے غوث اعظم اس کی نماز ہی نہیں ہوتی جس کی میرے پاس معراج نہ ہوتی ہو۔ اے غوث اعظم جو نماز سے محروم ہے وہ میرے معراج سے محروم ہے۔

نماز میں معراج

اے غوث کسی کو میرا وصال نہیں ہوتا جب تک کہ اس کو میرے پاس معراج نہ ہو۔

اے غوث جو میرے وصال سے محروم ہے یعنی پنج وقتہ نماز سے محروم ہے وہ میرے معراج سے محروم ہے۔ تمام اولیاء اللہ کو معراج یقینی اور حق ہے۔ معراج اس کے غیر سے الگ ہونے کو کہتے ہیں اور صلوق و نماز حق تعالیٰ سے ملنے کو کہتے ہیں اس حد تک کہ وہ (کسی اور کو) نہ جانے مگر خدا کو جو (غیر خدا کو) الگ نہیں کرتا وہ (خدا سے) نہیں ملتا۔ وصل حقیقی کے لیے عشق مجازی چاہیے تاکہ ایسا وصول حاصل ہو جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ مجاز حقیقت کا زینہ ہے۔

معشوق بعاشق نہ اگر غمزہ نمودے — واللہ کسے عاشق خود رنگ نبودے
عاشق کو نہ معشوق اگر غمزہ بتائے — واللہ کسی رنگ پر عاشق نہ کوئی ہو
گر عشق نبودے بخدا کس نہ رسیدے — پس ذوق محبت بجہاں کس نہ چشیدے
گر عشق نہ ہو جائے نہ کوئی بھی خدا تک — اور ذائقہ حب نہ کبھی کوئی چکھا ہو
ہر کہ عاشق شود بوصل رسد — تاچہ سراست درمیانہ عشق
جو بھی عاشق ہو وہ پائے وصل کو
عشق کے اندر عجب کچھ بھید ہے

علیحضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان بریلوی اور دیگر اکابرِ اہلسنت کے مجموعہ ہائے اعمال کا

انتخابِ لاجواب

شمعِ شبستانِ رضا

اول تا چہارم

مرتب:

اقبال احمد نوری

پروگریسو بکس ۴۰-بی، اردو بازار، لاہور
فون: ۷۳۵۲۷۹۵